اخبار الرایہ

شمارہ نمبر 592

(25-مارچ-2026)

(عربی سے ترجمہ)

ایران کی جنگ اور طاقت کی آزمائشیں 2

1447ھ بمطابق 2026ء کے عید الفطر کے مبارک موقع پر ممتاز عالم اور امیر حزب التحریر، عطاء بن خلیل ابو الرشتہ کی طرف سے عید کی مبارکباد! 6

مغربی فوجی اڈے اور ہمارے ممالک میں ان کا کردار 11

اسلامی ممالک میں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ ہمیں دو مسائل پر غور کرنے پر مجبور کرتا ہے 13

بین الاقوامی قانون کا خاتمہ اور عالمی تبدیلیاں 15

مضیقِ ہرمز کی بندش اور اس کے عالمی اثرات 18

جب مصر کی دولت ہی اسے غریب بنانے کا آلہ بن جائے! 22

پاکستان کے حکمران، مسلمانوں کو رسوا کرنے اور ان کے دشمنوں کی مدد کرنے کے عادی ہو چکے ہیں 23

اردنی فوج کی نئی ساخت: استعماری مفادات کے دفاع میں نظام کے کردار کا تسلسل 24

جمہوری نظام سے نہیں بلکہ نظامِ خلافت سے ہی امت اپنے دشمنوں پر فتح پائے گی 29

یہود اور ہندوؤں کا شر انگیز اتحاد، تو پھر اس کے خلاف کون کھڑا ہو گا؟ 30

مشترکہ عرب فورس: امت کی ڈھال یا امریکہ کی خدمت؟ 31

کیا پاکستان اپنی باری کا انتظار کرتا رہے گا یہاں تک کہ امریکہ اس پر حملہ کر دے؟! 35

جس صبر کی اسلام دعوت دیتا ہے وہ ظلم پر صبر (خاموشی) نہیں ہے 38

ٹرمپ اور اس کے پادری صلیبی جنگوں کو جاری رکھے ہوئے ہیں 39

مسجدِ اقصیٰ، حکمرانوں کی خیانت اور مسلمانوں کی بے حسی کے سائے میں 40

افواج اس لیے بنائی گئی تھیں کہ وہ امت کی ڈھال بنیں اور ایسی تلوار ہوں جو اس کے مقدسات کا دفاع کرے اور اس کی سرزمین کو آزاد کرائے، نہ کہ وہ مغرب کے ہاتھ میں ایک آلہ کار بنیں یا اس کے مفادات کا چوکیدار بنیں۔ تاریخ ہمیں یاد دلاتی ہے کہ جب سپاہی اپنے عقیدے سے جڑے رہے تو وہ ایک ایسی طاقت بن گئے جسے مغلوب نہیں کیا جا سکتا تھا، اور جب انہیں ان کے عقیدے سے الگ کر دیا گیا تو وہ دوسروں کے تنازعات میں محض آلہ کار بن کر رہ گئے۔ ایک سپاہی اپنی امت کے لیے جو سب سے بڑی خدمت انجام دے سکتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنی وفاداری کو ہر دوسری مصلحت سے بالاتر ہو کر اپنے دین اور اپنی امت کے لیے وقف کر دے، اور اس حقیقت کو جان لے کہ یہ امت اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی فوج اس کی اپنی فوج ہو، نہ کہ اس کے دشمنوں کے ہاتھ میں ایک ہتھیار۔

ادار یہ

ایران کی جنگ اور طاقت کی آزمائشیں

تحریر: پروفیسر احمد الخطوانی

(ترجمہ)

امریکہ اور یہودی وجود کی جانب سے ایران پر مسلط کی گئی جارحانہ جنگ محض خلیجی خطے میں ہونے والی کوئی فوجی کارروائی نہیں ہے، بلکہ یہ امریکی طاقت کی حدود اور ایک ایسے عبوری دور میں جہاں عالمی طاقتوں کا توازن تیزی سے بدل رہا ہے، نئے علاقائی تنازعات سے نمٹنے کی عالمی نظام کی صلاحیت کا ایک پیچیدہ امتحان ہے۔

فوجی طاقت اپنی تمام تر اہمیت کے باوجود تنہا بڑے سٹریٹجک اہداف حاصل کرنے کے لیے کافی نہیں ہوتی۔ خلیج عرب جیسے حساس علاقوں میں ہونے والی فوجی جنگیں عالمی معیشت، توانائی کی بین الاقوامی منڈیوں اور عالمی تجارت سے گہرا تعلق رکھتی ہیں، خاص طور پر اس لیے کہ یہ علاقہ دنیا کی اہم ترین آبی گزر گاہوں میں سے ایک یعنی "آبنائے ہرمز" کے قریب واقع ہے، جہاں سے دنیا کی 20 فیصد تیل اور گیس کی سپلائی گزرتی ہے۔

امریکہ نے ابتدا میں یہ اندازہ لگایا تھا کہ ایران کے ساتھ جنگ غالباً محض ایک عارضی فوجی ٹکراؤ ہوگا، اور اسے اس بات کا ادراک نہیں تھا کہ یہ جنگ اس کی طاقت کی حدود اور اس جنگ کے ذریعے عالمی نظام کو چلانے کی اس کی صلاحیت کا سب سے اہم امتحان بن جائے گی۔

جنگ کے پہلے ہی دن سے امریکی صدر ٹرمپ نے ایران پر فوری فتح حاصل کرنے کے خیال کی تشہیر کی، لیکن جنگ کے پے در پے آنے والے واقعات نے ان دعووں کو غلط ثابت کر دیا۔ چنانچہ ٹرمپ مجبور ہو کر اپنے یورپی اور نیٹو اتحادیوں، بلکہ چین، آسٹریلیا اور جاپان سے بھی آبنائے ہرمز میں جہاز رانی کی حفاظت کے لیے مدد مانگنے لگا۔ جس کا عملی مطلب یہ ہے کہ وہ ان سے ایران کے خلاف جنگ میں مدد مانگ رہا ہے، اور یہ عمل اس کی مبینہ فتح کے دعوے کی صریح نفی کرتا ہے۔

ایران کی جانب سے آبنائے ہرمز کو آسانی سے بند کر دینے اور وہاں جہاز رانی معطل کر دینے نے عالمی معیشت کو توانائی کے ایک ایسے حقیقی بحران سے دوچار کر دیا ہے جس نے جنگ کے جاری رہنے پر عالمی تشویش کی شدت کو ظاہر کیا ہے۔ اس صورتحال نے اس بات کی تصدیق کر دی ہے کہ خلیج میں کوئی بھی فوجی تصادم محض ایک محدود علاقائی معاملہ نہیں رہتا، بلکہ یہ فوری طور پر ایک عالمی معاشی مسئلہ بن جاتا ہے۔

خلیج میں جاری یہ جنگ اب پوری دنیا کو متاثر کر رہی ہے۔ ایران اس جنگ کے ذریعے "ڈیٹرنس" (دفاعی رعب) کے ایسے نئے قواعد قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہے جن کے ذریعے وہ اپنے نظامِ حکومت کو گرنے سے بچا سکے۔ وہ سر تسلیم خم کرنے اور ایک ایسی وجود کی سطح پر آنے سے انکار کر رہا ہے جو کسی کے زیرِ اثر رہنے کے بجائے محض ایک تابع وجود بن کر رہ جائے۔ چنانچہ وہ امریکہ اور یہودی وجود کی جانب سے لگنے والی شدید ضربوں کو برداشت کر رہا ہے، قربانیاں دے رہا ہے اور اپنی پوزیشن پر برقرار رہنے کی امید میں اور پچھلے چالیس سال سے قائم اپنے طرزِ حکومت کو بچانے کے لیے اپنے عوام کی مشکلات پر صبر کر رہا ہے۔

جہاں تک یورپ کا تعلق ہے، تو خلیج میں جہاز رانی کی حفاظت کے لیے ٹرمپ انتظامیہ کے تجویز کردہ بحری اتحاد میں مکمل طور پر شامل ہونے میں اس کی واضح ہچکچاہٹ اس گہری دراڑ کی عکاسی کرتی ہے جو یورپ اور امریکہ کے درمیان بڑھ چکی ہے اور جس نے ان کے روایتی تاریخی اتحاد کو کاری ضرب لگائی ہے۔ شاید جرمن چانسلر فریڈرک میرٹز نے جنگ کے بارے میں یورپ کے موقف کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے: "مشرقِ وسطیٰ کی جنگ نیٹو کا معاملہ نہیں ہے، اس لیے جرمنی

اس میں فوجی مداخلت نہیں کرے گا۔" یہاں تک کہ وہ یورپی ممالک جو ایران کو لگام ڈالنے کے ہدف پر ٹرمپ انتظامیہ سے متفق ہیں، وہ بھی اب کھل کر ایک ایسی واضح مشترکہ حکمت عملی کی کمی کا تذکرہ کر رہے ہیں جس کے ذریعے جنگ کو تیزی سے اور کسی اطمینان بخش نتیجے پر ختم کیا جاسکے۔

جہاں تک روس اور چین کا تعلق ہے، وہ فوجی صورتحال کا محتاط انداز میں جائزہ لے رہے ہیں اور اس خواہش میں ہیں کہ امریکہ خلیج کی دلدل میں پھنس جائے۔ وہ اسے ایسی طویل اور بے سود جنگوں میں الجھا کر کمزور کرنے کے درپے ہیں جو اس کی قوت کو ختم کر دیں، تاکہ بعد ازاں وہ اس خطے میں اپنی معاشی اور سیاسی موجودگی ثابت کرنے کے لیے آگے بڑھ سکیں۔

جنگ کے تسلسل کی وجہ سے آبنائے ہرمز کے دونوں جانب تیل بردار بحری جہازوں کے ڈھیر لگ گئے ہیں اور ان کی آمدورفت رک گئی ہے، جس نے اب تک تیل کی فی بیرل قیمت کو 120 ڈالر تک پہنچانے میں حصہ ڈالا ہے، اور اگر جنگ آنے والے کئی ہفتوں تک جاری رہی تو شاید یہ قیمت 200 ڈالر تک پہنچ جائے گی۔ یہ صورتحال عالمی معیشت میں جمود پیدا ہونے کے عالمی خدشات کو بڑھا رہی ہے، خاص طور پر اس وقت جب ایران کے "پارس" توانائی کے مراکز کو نشانہ بنائے جانے کے جواب میں خلیجی ممالک کی بعض تیل اور گیس کی تنصیبات کو ایرانی میزائلوں سے نشانہ بنایا گیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ جنگ آنے والے برسوں میں عالمی نظام کے نئے خدوخال واضح کرنے کا باعث بنے گی، خاص طور پر جب ٹرمپ انتظامیہ ایران کو ہتھیار ڈالنے کی کسی بھی صورت پر مجبور کرنے، اور ایرانی قیادت کو تبدیل کرنے یا ایرانی نظام کو گرانے میں ناکام ہو گئی۔ چنانچہ اب ان اہداف سے واضح پسپائی اختیار کی گئی ہے اور دوبارہ یہ دعویٰ کیا جانے لگا ہے کہ امریکہ صرف ایران کے جوہری اور میزائل پروگرام کو ختم کرنا چاہتا ہے۔

امریکہ اور یہودی وجود کی جارحیت پر ایران کا ردعمل ایک "وجود کی بقا" کی جنگ والا ردعمل تھا، نہ کہ ویسا جیسا ٹرمپ انتظامیہ نے توقع کی تھی کہ یہ محض ایک رسمی اور محدود ردعمل ہو گا۔ یہ ردعمل صرف یہودی وجود اور خلیجی ممالک پر میزائل داغنے تک محدود نہیں رہا بلکہ آبنائے ہرمز پر مکمل کنٹرول حاصل کرنے اور اسے بند کر کے عالمی معیشت کو متاثر کرنے کے لیے استعمال کرنے تک پھیلا ہوا تھا۔

اسی طرح ایران نے لبنان میں اپنی جماعت (حزب اللہ) کے کارڈ کو غیر متوقع طور پر اتنی اعلیٰ صلاحیت کے ساتھ استعمال کیا جس نے یہودی وجود کو دوبارہ لبنانی دلدل میں ڈبونے کا تصور تازہ کر دیا جیسا کہ بیسویں صدی کی اسی کی دہائی میں ہوا تھا، اور ضرورت پڑنے پر حوثیوں کے کارڈ کو اس سے بھی زیادہ بہتر طریقے سے استعمال کرنے کا اشارہ بھی دیا۔

در حقیقت کئی امریکی رپورٹس میں بھی یہی بتایا گیا ہے کہ ٹرمپ کی ٹیم نے "کم از کم دو معاملات میں غلط اندازہ لگایا: پہلا یہ کہ ایران اس بار جنگ کو اپنے وجود کے لیے خطرہ سمجھ کر جواب دے گا، نہ کہ اسے پچھلے سال کی مختصر جنگ کی طرح محض دفاعی رعب کا ایک محدود دور سمجھے گا۔ دوسرا یہ کہ آبنائے ہرمز اور توانائی پر پڑنے والے اثرات پر تیزی سے قابو پایا جا سکے گا، یہی وجہ ہے کہ انتظامیہ کو لڑائی کے دوران اپنے منصوبوں میں تبدیلی کرنی پڑی؛ یعنی سفارت کاروں کو تیزی سے نکالنے کے منصوبے سے ہٹ کر ایندھن کی قیمتیں کم کرنے کے آپشنز تلاش کرنے پڑے، اور پھر بحری جہازوں کو اپنی نگرانی میں گزارنے کی دیر سے بات کی گئی، اس سے پہلے کہ یہ واضح ہوا کہ امریکی بحریہ بلند خطرات کی وجہ سے فی الوقت اس مرافقت کو ممکن نہیں سمجھتی"۔

ایسا لگتا ہے کہ ٹرمپ انتظامیہ اب اپنی ساکھ بچانے کے لیے کوئی راستہ تلاش کر رہی ہے، خاص طور پر امریکہ کے اندر اور باہر جنگ کو طویل کرنے کی شدید سیاسی مخالفت کے پیش نظر، اور آئندہ نومبر میں ہونے والے امریکی وسط مدتی انتخابات پر اس کے منفی اثرات کے خوف کی وجہ سے۔

اور قوی امکان یہی ہے کہ ٹرمپ جھوٹ پر مبنی کسی شاندار فتح کا اعلان کرے گا اور یہ دعویٰ کرے گا کہ اس کی افواج نے ایران کی 90 فیصد سے زیادہ طاقت کو تباہ کر دیا ہے اور اسے بیس سال پیچھے دھکیل دیا ہے۔ وہ یہ بھی کہتا گا کہ ایران کا محاصرہ اور اس پر پابندیاں جاری رہیں گی، اور جب بھی ضرورت محسوس ہوئی اسے نشانہ بنایا جاتا رہے گا یہاں تک کہ ایران مکمل طور پر ان کی تمام شرائط تسلیم کر لے۔

دوسری جانب اس جنگ نے آبی گزر گاہوں کے ذریعے بین الاقوامی جہاز رانی کی آزادی میں موجود شدید کمزوری اور ان گزر گاہوں کو تحفظ فراہم کرنے میں بڑی طاقتوں کی نااہلی کو بے نقاب کر دیا ہے۔ اس نے عالمی معیشت کی نزاکت اور توانائی کے ذرائع کے ساتھ اس کے گہرے تعلق کو بھی آشکار کر دیا ہے، جس نے عالمی نظام پر امریکی بالادستی کے زوال، "یک قطبی دنیا" کے تصور کی ناکامی، اور ٹرمپ کی ان کوششوں کی ناکامی کی تصدیق کر دی ہے جن کا مقصد ایک ایسا نیا عالمی نظام بنانا ہے جس پر تنہا امریکہ کا کنٹرول ہو۔

1447ھ بمطابق 2026ء کے عید الفطر کے مبارک موقع پر ممتاز عالم اور امیر حزب التحریر، عطاء بن خلیل ابو الرشتہ کی طرف سے عید کی مبارکباد!

(ترجمہ)

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں اور درود و سلام ہو ہمارے آقا سیدنا محمد ﷺ اور ان کی آل، صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اور ان کی پیروی کرنے والوں پر۔

امتِ مسلمہ کے لئے... وہ بہترین امت جو کہ پوری انسانیت کے لئے اُٹھائی گئی ہے جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم دیتی ہے اور صرف اللہ العزیز الحکیم پر ایمان رکھتی ہے ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ﴿**كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ**

﴿**وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ**﴾ "تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے بھیجی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور منکر (برے کاموں) سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو" (آل عمران:3:110)۔

اسلام کی دعوت کا بار اٹھانے والے مخلص، پاکیزہ اور متقی داعیان کے نام، اور ہم اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کے حضور کسی کے بارے میں اچھا برا ہونے کا قطعی فیصلہ نہیں کرتے، جو اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کی طرف دعوت دینے میں احسن کلام کہتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں، کیونکہ اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ نے ان صفات کے حامل لوگوں کی تعریف کی ہے۔ اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ نے فرمایا: ﴿**وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلاً مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِين**﴾ "اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جس نے اللہ کی طرف بلایا، نیک عمل کیا اور کہا کہ 'بے شک میں مسلمانوں میں سے ہوں'" (سورۃ فصلت؛41:33)

اس پیج کا وزٹ کرنے والے محترم حضرات کے لئے جو نہایت خلوص اور تقویٰ کے ساتھ اس کو دیکھتے ہیں اور وہ حق کا ساتھ دینے اور اس کے لوگوں کی حمایت کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ اللہ انہیں جزائے خیر سے نوازے!

میں آپ سب کو عید الفطر کے مبارک موقع پر تہنیت اور مبارکباد پیش کرتا ہوں اور میں اللہ القوی العزیز سے دعا کرتا ہوں کہ آپ سب لوگوں کے روزوں اور نمازوں کو قبول فرمائے اور آپ کو بہترین اجر سے نوازے، بے شک اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ نہایت فضل کرنے والا ہے۔

محترم بھائیو اور بہنو!

یہ عید ایک ایسے وقت میں آئی ہے کہ جب مسلمانوں کی حالت نہ تو دوستوں کے لئے خوشی کا باعث ہے اور نہ دشمنوں کے لئے باعثِ غیظ و غضب! ظالم ٹرمپ اور اس کے چیلے، نیتن یاہو نے 28 فروری 2026ء سے ایران اور لبنان پر وحشیانہ حملوں کا ایک سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ وہ بالکل اسی طرح سے تباہی مچا رہے ہیں، بمباری کر رہے ہیں اور قتل و غارت کر رہے ہیں جیسے وہ غزہ اور پورے فلسطین میں پہلے بھی کرتے آئے ہیں اور اب بھی کر رہے ہیں۔ اس قدر تسلسل سے جاری جارحیت کے باوجود، ٹرمپ مسلمانوں کے ان حکمرانوں کو، جو متاثرہ علاقوں کے ارد گرد موجود ہیں، کسی مؤثر اقدام سے روکنے میں کامیاب رہا ہے۔ بلکہ اس کے بجائے یہ حکمران ہیں کہ ان کے اطراف میں جو کچھ وقوع پذیر ہو رہا ہے وہ اسے گنگ بنے دیکھ رہے ہیں اور کوئی انگلی تک نہیں اُٹھاتے، گویا وہ غیر جانبدار ہیں، حالانکہ حقیقت میں وہ مسلمانوں کے مقابلے میں ٹرمپ اور یہودیوں کے زیادہ قریب ہیں!

مسلم ممالک کے حکمرانوں کا ظلم و جبر شدت اختیار کر رہا ہے، اور کافر استعماری طاقتوں، خصوصاً امریکہ کے ساتھ ان کی وابستگی مزید گہری ہوتی جارہی ہے۔ یہ حکمران اس خام خیالی میں ہیں کہ کفر کے ساتھ یہ اتحاد ان کے مکروہ اقتدار کو محفوظ بنادے گا! وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے کہ کفریہ طاقتوں کے ساتھ یہ اتحاد ایک کبیرہ گناہ ہے، جو انہیں دنیا میں رسوائی اور آخرت میں دردناک عذاب کا مستحق بنائے گا۔ اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ﴿**سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ**﴾ "عنقریب ان لوگوں کو جنہوں نے جرم کیا ہے، اللہ کے ہاں ذلت پہنچے گی اور ان کی مکاریوں کے بدلے سخت عذاب ہوگا" (سورۃ الانعام: 124)۔ یہ حکمران بھول چکے ہیں، یا دانستہ یہ حقیقت بھلانے کی کوشش کرتے ہیں، کہ جب امریکہ کے لئے ان کی خدمات کا وقت ختم ہو جائے گا، تو وہ انہیں کسی بے کار بیج کی طرح اٹھا کر پھینک دے گا۔ ان حکمرانوں سے پہلے گزرنے والے حکمرانوں کی مثالیں چیخ چیخ کر یہ حقیقت بیان کر رہی ہیں، کاش کہ وہ سمجھ سکتے۔

ان حکمرانوں کا کافر استعماری طاقتوں کے ساتھ اتحاد اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ جب ان میں سے کسی ایک ملک پر حملہ ہوتا ہے تو دوسرے اس کی مدد کے لیے کچھ نہیں کرتے۔ بلکہ ان میں سے قدرے بہتر وہ گردانے جاتے ہیں جو صرف شہداء اور زخمیوں کی گنتی ہی کرتے رہتے ہیں! امتِ مسلمہ کی صورتحال ایسی نہیں ہوتی۔ اس کے بجائے، امت کی اصل کیفیت وہ ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا، مسلم کی حدیث (12/468) میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «**مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى**» "مومنوں کی آپس میں محبت، رحم اور ہمدردی کی مثال ایک جسم کی طرح ہے؛ جب اس کا کوئی عضو تکلیف میں ہوتا ہے تو سارا جسم بے خوابی اور بخار کے ساتھ اس درد میں مبتلا ہو جاتا ہے"۔

لیکن اس امت نے اپنی وہ خلافت کھو دی ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق امت کے امور کو منظم کرتی تھی، اور اللہ کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرتی تھی اور یہ خلافت ہی تھی جو اس امت کو حقیقت میں اور خلوص کے ساتھ ایک بدن کی مانند بنا کر رکھتی تھی کہ جب اس کا کوئی بھی عضو تکلیف میں ہوتا تو سارا جسم بے خوابی اور بخار کے ساتھ اس کا احساس کرتا۔

اے مسلمانو!

تمہاری عزت تمہاری ریاست، خلافتِ راشدہ کی واپسی میں پنہاں ہے۔ رہنما جماعت حزب التحریر، جس کے ارکان قابلِ بھروسہ ہیں، اس جماعت نے اللہ کے حکم سے خلافتِ راشدہ کے قیام کے ذریعے اسلامی نظامِ زندگی کے از سرِ نو احیاء کے لئے خود کو مخلصانہ اور سنجیدہ جدوجہد کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ حزب التحریر ہی واقعی وہ رہنما جماعت ہے جو اپنے لوگوں کو دھوکہ نہیں دیتی، ایک ایسی جماعت جس کی خیر روشن و منور ہے اور اس خیر سے وہی لوگ دور ہو جاتے ہیں جو اس کے لائق نہیں۔ ہم اسے اسی طرح دیکھتے ہیں، اور ہمارا ایمان ہے کہ حزب کے ساتھ کام کرنے والے تمام ارکان سنجیدہ، محنتی اور مخلص ہیں، جو اللہ کے اذن سے دنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ دن رات کوشش کرتے ہیں اور اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں کہ اللہ کا وعدہ اور اس کے رسول ﷺ کی بشارت ان کے ذریعے پوری ہو۔ اور یہ اللہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

یہی وہ راستہ ہے جو امت کو نجات دے گا، اس کی عظمت رفتہ کو بحال کرے گا، اس کی طاقت کو مضبوط بنائے گا، اور اس کے دشمنوں کو حملہ کرنے سے پہلے سو بار سوچنے پر مجبور کر دے گا۔ یہ سب صرف خلافت کے دوبارہ قیام سے ہی ممکن ہے، کہ یہ کرہ ارض خیر اور عدل و انصاف سے منور ہو جائے۔ جس طرح خلافت نے رومی قیصروں اور ایرانی شہنشاہوں کے تکبر کو خاک میں ملا دیا تھا، بعینہٖ اسی طرح دوبارہ آنے والی خلافت ان کفر کے پیروکاروں، جیسے کہ ظالم ٹرمپ اور اس جیسے دیگر کافر استعمار پسندوں کے تکبر کو بھی خاک میں ملا دے گی۔

رہی بات یہودی وجود کی، تو وہ تو اس قدر معمولی ہے کہ اسے کسی سنجیدہ اہمیت کا حامل نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہ ویسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ**﴾ "وہ تمہیں معمولی اذیت کے سوا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے؛ اور اگر وہ تم سے لڑیں گے، تو وہ پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے، پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی"۔ یہ یہودی وجود اپنے بل بوتے پر کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہے، کیونکہ یہ دوسروں کی حمایت کے بغیر لڑنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، جیسا کہ قادرِ مطلق اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِنَ اللهِ وَحَبْلٍ مِنَ النَّاسِ**﴾ "ان پر ذلت مسلط کر دی گئی ہے جہاں کہیں وہ پائے جائیں، سوائے اس کے کہ وہ اللہ کے عہد یا لوگوں کے عہد کے ذریعے محفوظ ہوں"۔

یہودیوں نے اللہ کے ساتھ تو اپنا ناطہ توڑ دیا ہے، اور اب ان کے پاس صرف لوگوں کا ہی سہارا باقی رہ گیا ہے، یعنی امریکہ، یورپ، اور مسلم ممالک کے حکمرانوں میں شامل ان کے وہ غدار ایجنٹ جو یہودی وجود کی وحشیانہ جارحیت کے سامنے بے بس اور خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ یہودی وجود بہت پہلے ختم ہو چکا ہوتا اور اس کا نام و نشان تک مٹ گیا ہوتا۔ آج اصل مسئلہ مسلم سرزمینوں پر قائم موجودہ ریاستیں اور ان کے ان حکمرانوں کا ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے دشمن، کافر استعمار پسندوں کے ساتھ اتحاد کئے ہوئے ہیں۔

چنانچہ، مسلمانوں کی مصیبت ان کے حکمرانوں میں پنہاں ہے؛ ان کا کافر استعمار پسندوں کے ساتھ اتحاد کرنا، ان کے احکامات کی اطاعت کرنا اور ان کی منع کردہ باتوں کی بجا آوری کرنا، بجائے اس کے کہ ان حکمرانوں کی وفاداری اللہ کے لئے ہوتی، وہ اس کے قوانینِ شریعہ کو نافذ کرتے، اللہ کی راہ میں جہاد کرتے اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کرتے۔ تب اسلام اور مسلمان معزز ہوتے، اور کفر و کفار ذلیل ہوتے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ﴿**وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ**﴾ "اور اس دن مؤمنین خوش ہوں گے، اللہ کی مدد سے، وہ جسے چاہتا ہے مدد عطا کرتا ہے اور وہ بہت غالب اور مہربان ہے" (سورۃ الروم؛30:4-5)

آخر میں، میرے بھائیو اور بہنو! ہم دوبارہ اس خطاب کے آغاز کی طرف لوٹتے ہیں... میں آپ کو عید الفطر کی مبارکباد پیش کرتا ہوں، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اس بابرکت مہینے میں ہمارے صیام (روزے) اور ہماری نمازیں اس طریقے سے قبول ہوں جو اسے اور اس کے رسول ﷺ کو پسند ہوں۔ میں اللہ سے یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ یہ عید اسلام اور مسلمانوں کے لئے خیر، برکت اور عظمت کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**وَاللهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ**﴾ "اور اللہ اپنے امور پر قادر ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے" (سورۃ یوسف؛12:21)

والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کا بھائی

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ

یکم شوال 1447ھ

بمطابق 19 مارچ، 2026ء

مغربی فوجی اڈے اور ہمارے ممالک میں ان کا کردار

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس سے جاری ہونے والی ایک پریس ریلیز میں کہا گیا ہے کہ ایران کے خلاف امریکہ اور یہودی وجود کی جنگ کے حالات وواقعات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ امریکی، برطانوی، فرانسیسی اور دیگر تمام مغربی استعماری فوجی اڈے، اور اس کے ساتھ ساتھ علاقے میں پھیلا ہوا نام نہاد دفاعی اور قبل از وقت اطلاع دینے والا نظام، مسلمانوں کے ممالک کے لیے بدبختی اور تباہی کے سوا کچھ نہیں لایا۔ مسلمانوں کو ان سے صرف تکلیف ہی پہنچی ہے، بلکہ اکثر اوقات یہ ان جنگوں کی چنگاری بنے جو ان پر زبردستی مسلط کی گئیں، اور ان کی سرزمین کو حملوں اور جارحیت کی زد میں لے آئے۔ وہ اڈے جن کے بارے میں ایجنٹ ہمیشہ یہ پروپیگنڈا کرتے رہے کہ یہ ملک کی حفاظت اور سیکیورٹی کو مضبوط بنانے کے لیے بنائے گئے ہیں، حالات نے اس کے برعکس ثابت کر دیا ہے کہ وہ دراصل دشمنوں کے مفادات کے تحفظ اور ان کے ناپاک مقاصد کی تکمیل کے لیے ہیں، اور اب خود ملک اور اس کی فوجی صلاحیتیں ہی ان اڈوں کی حفاظت پر مامور ہیں!

پریس ریلیز میں مزید کہا گیا کہ: امریکہ اور برطانیہ و فرانس جیسے دیگر مغربی ممالک، اسلامی ممالک میں ان فوجی اڈوں کو اس لیے برقرار رکھتے ہیں تاکہ وہ جس پر چاہیں حملہ کرنے کے لیے انہیں استعمال کریں اور جہاں چاہیں اپنے استعماری مقاصد اور اپنے پالے ہوئے یہودی وجود کی توسیع پسندانہ کوششوں کی تکمیل اور اسلامی ممالک، بالخصوص مشرق وسطیٰ کو اپنی لالچ کے تابع کرنے کے لیے آگ بھڑکائیں۔ وہ اس بات کو چھپاتے بھی نہیں بلکہ کھلے عام اس کا اظہار کرتے ہیں، جیسا کہ یہودی وجود کے لیے امریکی سفیر مائیک ہکابی نے کہا: "توراتی روایات اسرائیل کو ان زمینوں پر حقوق دیتی ہیں جو

مشرق وسطیٰ کے ایک بڑے حصے پر پھیلی ہوئی ہیں، جو 'نیل سے فرات تک عظیم اسرائیل' تشکیل دیتی ہیں"۔ امریکی وزیر جنگ، پیٹ ہیگسیتھ نے بھی اسلام کے خلاف اپنی صلیبی نفرت کے مکنون کو ظاہر کر دیا جب اس نے کہا: "وہ نظام جو اسلامی نبوی تصورات پر قائم ہیں، وہ ایٹمی ہتھیار نہیں رکھ سکتے"۔

بیان میں مزید کہا گیا: چنانچہ امریکہ جو اس خطے میں کم از کم 18 مقامات پر فوجی مقامات کے ایک وسیع نیٹ ورک کا انتظام سنبھالے ہوئے ہے، اور برطانیہ جس کے 23 اڈے موجود ہیں، اور اسی طرح فرانس جس کے پاس کئی اڈے اور آپریشن سینٹرز ہیں، اور دیگر استعماری ممالک نے سیکورٹی معاہدوں، اتحادوں اور مشترکہ مفادات کے بہانے مسلمانوں کے ممالک کو پامال کر دیا ہے، تاکہ مسلمانوں کے علاقے ان کی مجرمانہ فوجی کارروائیوں کا تھیٹر بن جائیں جن کے ذریعے وہ ہم پر حملے کرتے ہیں۔ وہ ان اڈوں اور مراکز کو فضائی اور بحری کارروائیوں اور اپنے استعماری مفادات اور یہودی وجود کے تحفظ کے لیے جاسوسی کی معلومات اکٹھی کرنے کے لیے ایک لانچنگ پیڈ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

اور جہاں تک مسلم افواج کا تعلق ہے تو پریس ریلیز میں کہا گیا: لہٰذا امت مسلمہ کی افواج پر، جو کہ مسلمانوں کے ممالک کی حفاظت کی ذمہ دار ہیں، یہ واجب ہے کہ وہ ان اڈوں کو فوری طور پر ہمارے ممالک سے نکال باہر کریں۔ یہ ان خیانتوں میں سے ایک ہے جو حکمرانوں نے ہمارے خلاف کی ہیں، اور یہ اپنی سادہ ترین صورت میں ایک ایسے دشمن کے ساتھ تعاون ہے جس کے ساتھ وفاداری یا جس سے مدد طلب کرنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«فَإِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِالْمُشْرِكِينَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ»** "پس ہم مشرکین کے خلاف مشرکین سے مدد نہیں لیتے"۔ اس کے علاوہ، اس نے کافروں کو ہم پر غلبہ پانے کا راستہ فراہم کر دیا ہے، اور یہ بھی ایسی چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿**وَلَن يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا**﴾ "اور اللہ ہرگز کافروں کے لیے ایمان والوں پر کوئی راستہ (غلبہ) نہیں بنائے گا" (سورۃ النساء: آیت 141)

بیان کے آخر میں اسلامی ممالک کی افواج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا گیا: حقائق ہر صاحبِ بصیرت پر واضح ہو چکے ہیں، اب صرف یہ باقی ہے کہ امت مسلمہ کی افواج میں موجود مخلص لوگ استعمار اور اس کے ایجنٹوں کے اثر و رسوخ سے چھٹکارا پانے اور نبوت کے نقش قدم پر دوسری خلافت راشدہ کے قیام کے لیے حرکت میں آئیں، تاکہ وہ اسلام اور مسلمانوں کو عزت بخشیں۔ ﴿**هَٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ**﴾ "یہ لوگوں کے لیے ایک پیغام ہے تاکہ وہ اس کے ذریعے ڈرائے جائیں" (سورۃ ابراہیم: آیت 52)

اسلامی ممالک میں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ ہمیں دو مسائل پر غور کرنے پر مجبور کرتا ہے

آج اسلامی ممالک میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ہمیں دو مسائل پر غور کرنے پر مجبور کرتا ہے:۔

پہلی بات: استعماری کافر مغرب کے سامنے بچھ جانے کی تمام تر دعوتیں، چاہے وہ اس کی اذیت سے بچنے کے لیے ہوں یا اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے، ایک ایسی سیاسی خودکشی ہے جس کا انجام اس کے علمبرداروں کے لیے صرف تباہی اور بربادی ہی ہے۔ اس کے علاوہ یہ عمل حرام ہے کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے اور ان کے خلفائے راشدین کی سنت کے خلاف ہے، اور یہ دنیا و آخرت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ**﴾. "اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو

دوست نہ بناؤ کہ تم ان کی طرف محبت کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ انہوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے"(سورۃ الممتحنۃ: آیت 1)

دوسری بات: امت استعماری کافر مغرب اور اس کے ایجنٹوں کے ان دعوؤں سے دھوکہ نہ کھائے کہ وہ ان سے اپنا اقتدار واپس لینے کی سکت نہیں رکھتی۔ مغرب کے پاس جو صلاحیتیں ہیں وہ اس سے زیادہ نہیں ہیں جو ظاہری آنکھ دیکھتی ہے۔ چنانچہ یہ وہی امریکہ ہے جس کی فوج کے بارے میں دنیا بھر میں یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ وہ دنیا کی طاقتور ترین فوجی قوت ہے، لیکن وہ اس وہم کو پورا کرنے میں ناکام رہا جس میں اس نے دنیا کو مبتلا کر رکھا تھا کہ ایران کے ساتھ اس کی جنگ وینزویلا کی طرح محض ایک سیر سپاٹا ہوگی۔ لیکن یہ جنگ طویل اور پیچیدہ ہوگئی، اور ٹرمپ اور اس کے آقاؤں کے لیے حالات تنگ ہو گئے، چنانچہ انہوں نے ایران کی فوجی صلاحیتوں کو ختم کرنے کے بارے میں ایک کے بعد ایک جھوٹ بولنا شروع کر دیا جبکہ وہ خود اس مشکل سے نکلنے کا راستہ تلاش کر رہے ہیں۔

اسی لیے ہم امتِ مسلمہ کو پکارتے ہیں کہ وہ یاد رکھے کہ خلافت ہی وہ سیاسی نظام ہے جس کی رہنمائی رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی، اور یہی وہ سیاسی نظام ہے جسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نافذ کیا، جس نے پوری تاریخ میں امتِ مسلمہ کی عزت و وقار کی ضمانت دی، اور امت کو کبھی اس کے سائے کے علاوہ کہیں عزت نصیب نہیں ہوئی۔ لہٰذا امت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسے دوبارہ قائم کرنے کی جدوجہد میں ابھی شامل ہو جائے اور اسے اپنا زندگی اور موت کا مسئلہ بنا لے۔

حزب التحریر نے اسلامی ثقافت اور سیاسی شعور کے ذریعے اس عظیم فریضے کی دوبارہ ادائیگی کے لیے پوری تیاری کر رکھی ہے۔ اس کے نوجوان آپ کے درمیان اور آپ کے ساتھ موجود ہیں جو آپ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا رہے ہیں، شاید کہ اللہ ہمیں اور آپ کو فتح اور غلبہ (تمکین) کی توفیق عطا فرمائے۔

بین الاقوامی قانون کا خاتمہ اور عالمی تبدیلیاں

تحریر: استاد ممتاز ماوراء النہری

(ترجمہ)

بین الاقوامی قانون کی جڑیں سترہویں صدی کے وسط تک جاتی ہیں۔ یورپی ممالک نے آپس کے تعلقات کو منظم کرنا شروع کیا اور 1648 میں 'معاہدہ ویسٹ فیلیا' پر دستخط کیے۔ یہ معاہدہ بین الاقوامی قانون کو قانونی حیثیت دینے کا آغاز تھا جس نے نہ صرف یورپ بلکہ پوری دنیا کے ممالک کو متاثر کیا۔ اس طرح یورپ کی مسیحی ریاستوں نے اپنے درمیان عشروں سے جاری جنگیں بند کر دیں اور اپنی مشترکہ طاقت کا رخ خلافتِ عثمانیہ کی طرف موڑنے کی کوشش کی۔

1815 میں منعقدہ ویانا کانفرنس میں فرانسیسی انقلابی جنگوں سے پیدا ہونے والے کئی مسائل پر بحث کی گئی، اور اس کانفرنس کا اختتام براعظم یورپ کی سرحدوں کے تعین پر ہوا۔ لیکن استعماری طاقتیں ان سرحدوں پر راضی نہ ہوئیں جو ان کے درمیان تقسیم کی گئی تھیں، چنانچہ پہلی جنگ عظیم چھڑ گئی۔ اس جنگ میں جرمنی کے گرد متحد ہونے والے ممالک کو شکست ہوئی، جبکہ جیتنے والے فریق یعنی برطانیہ، فرانس اور روس کے حصے میں بڑا مالِ غنیمت آیا۔ 1919 میں پیرس کانفرنس منعقد ہوئی اور اس کے بعد 'لیگ آف نیشنز' (League of Nations) کا قیام عمل میں آیا۔

اس طرح بین الاقوامی قانونِ عامہ تشکیل پایا اور یہ امن و جنگ دونوں حالتوں میں ریاستوں کے درمیان تعلقات کو منظم کرنے والا قانون بن گیا۔ لیگ آف نیشنز کو ریاستوں پر بالادستی دی گئی تھی اور وہ برطانیہ کی خدمت کر رہی تھی جو اس وقت دنیا کی پہلی بڑی طاقت تھی۔ تاہم پہلی جنگ عظیم میں شکست خوردہ فریق نے جنگ کی آگ دوبارہ بھڑکائی اور 1939 میں دوسری جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ اس جنگ میں امریکہ ایک نئی عالمی طاقت کے طور پر سامنے آیا اور اس نے مداخلت کرتے ہوئے جاپان پر ایٹمی ہتھیار گرائے۔ نتیجے کے طور پر 'تین فریقی اتحاد' کو شکست ہوئی اور بین الاقوامی قانون کی ایک بار پھر نئی تشکیل کی گئی۔ یعنی اقوام متحدہ کا قیام عمل میں آیا اور امریکہ، برطانیہ، فرانس، روس اور چین جیسے جنگ جیتنے والے ممالک سلامتی کونسل کے ذریعے اس کا انتظام چلانے لگے۔

جیسا کہ اس سے واضح ہے، بین الاقوامی قانون بنانے والے یا تو وہ بڑے ممالک ہیں جنہوں نے جنگوں میں فتح حاصل کی، یا وہ بڑی طاقتیں ہیں جو اپنی قوت برابر ہونے کی صورت میں یہ محسوس کرتی ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو شکست نہیں دے

سکتیں، چنانچہ وہ اپنے تعلقات کو منظم کرنے کے لیے آپس میں معاہدے کرتی ہیں، ان پر دستخط کرتی ہیں اور پھر اسے بین الاقوامی قانون قرار دے دیتی ہیں۔ لہٰذا، اگر یہی بڑی طاقتیں خود بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کریں تو ان کے خلاف کارروائی کرنے والا کوئی ادارہ موجود نہیں ہے، سوائے اس کے کہ انہیں دنیا کے ممالک کی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

مثال کے طور پر، 2003 میں امریکہ کا عراق پر حملہ بین الاقوامی قانون کی ایک بہت بڑی خلاف ورزی تھی۔ برطانیہ سمیت کئی بڑی طاقتوں نے امریکہ کے خلاف رائے عامہ کو ہموار کرنے میں حصہ لیا۔ اس کے نتیجے میں امریکہ نے عالمی رائے عامہ کے اثر کو کم کرنے کی کوشش کی۔ جبکہ 2014 میں روس کا کریمیا پر قبضہ اور پھر 2022 میں امریکہ کی اکساہٹ پر پیوٹن کا یوکرین پر حملہ ایک اور بڑا واقعہ تھا جس نے بین الاقوامی قانون کو پیروں تلے روند ڈالا۔

جہاں تک امریکہ کے پروردہ 'کیانِ یہود' کا تعلق ہے، اس نے تمام بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے غزہ پر جنگ مسلط کر دی، اس کے باوجود اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ اس صورتحال نے نام نہاد بین الاقوامی قانون کی مکمل تباہی کو واضح کر دیا۔ خاص طور پر ٹرمپ کے دوبارہ امریکی صدر بننے کے ساتھ ہی یہ بات عیاں ہو گئی کہ اب بین الاقوامی قانون نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ اس نے عالمی رائے عامہ یا بڑی طاقتوں کی پرواہ کیے بغیر ایک فوجی آپریشن کے ذریعے وینزویلا کے صدر مادورو کو اغوا کر لیا۔ وہ یہیں نہیں رکا، بلکہ اس نے گرین لینڈ اور کینیڈا کو امریکہ میں ضم کرنے کا مطالبہ کیا، اور شمالی امریکہ کے متعدد ممالک اور ان کے رہنماؤں پر بین الاقوامی جرائم کا الزام بھی عائد کیا۔

پھر ٹرمپ نے "امن کونسل" کے قیام کا اعلان کیا اور اس کا پہلا اجلاس منعقد کیا۔ یہ اس وقت ہوا جب امریکہ 66 بین الاقوامی تنظیموں سے نکل گیا جن میں سے تقریباً نصف کا تعلق اقوام متحدہ سے تھا۔ ٹرمپ نے خود کو اس کونسل کا مستقل صدر مقرر کیا اور اس کے فیصلوں کی توثیق کا اختیار صرف اپنے پاس رکھا۔ اس نے نہ تو پہلے سے موجود بین الاقوامی ڈھانچے کی طرف کوئی توجہ دی اور نہ ہی امریکہ کے علاوہ دنیا کی دیگر بڑی طاقتوں کو خاطر میں لایا۔

اس کونسل کو اقوام متحدہ اور اس کی سلامتی کونسل کے متبادل ادارے کے طور پر ڈیزائن کیا گیا ہے۔ اس کا ڈھانچہ اور ووٹنگ کا نظام نیا ہے، اور یہ موجودہ عالمی نظام کے بالکل متوازی ایک راستہ تشکیل دیتی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس کے لیے دس ارب ڈالر مختص کیے گئے، اور اس کے زیرِ اثر ممالک کو مزید دس ارب ڈالر ادا کرنے پر مجبور کیا گیا۔ یہ سب اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ امریکہ موجودہ بین الاقوامی نظام کو ختم کر کے ایک 'یک قطبی' نظام قائم کرنا چاہتا ہے جس

میں وہ واحد حکم چلانے والی اور فیصلہ کن قوت ہو۔ اس طرح اس نے واضح کر دیا کہ وہ بین الاقوامی کثیر القطبی نظام (Multipolarity) کو قبول نہیں کرتا، اور نہ ہی ایسی کسی بین الاقوامی قوت کو برداشت کرنا چاہتا ہے جو عالمی نظام پر اس کے غلبے کا مقابلہ کر سکے۔

اس تکبر اور بڑائی کے احساس نے ٹرمپ کے لیے ایران پر دوبارہ بمباری کا راستہ کھول دیا ہے۔ وہ اسی پر نہیں رکا، بلکہ وہ اپنے پروردہ 'یہودی وجود' (اسرائیل) کے اثر و رسوخ کو وسعت دینے کے لیے وہاں نظام کی تبدیلی کی بھی کوشش کر رہا ہے۔ زیادہ واضح الفاظ میں، اس کا مقصد ایران کے علاقائی کردار کو محدود کرنا اور اسے ایک ایسی تابع ریاست میں بدلنا ہے جو یہودی وجود کے لیے خطرہ نہ بن سکے۔

چنانچہ آج بین الاقوامی حالات میں ہونے والی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی قانون کے ٹوٹ پھوٹ کا عمل بھی جاری ہے، اور توقع ہے کہ آنے والے مرحلے میں بڑی طاقتوں کے درمیان اثر و رسوخ کی جنگ مزید شدت اختیار کر جائے گی۔ خاص طور پر جب بین الاقوامی معاہدوں کی اہمیت کم ہو رہی ہے، تو ہر بڑی طاقت اپنے مخصوص دائرہ کار میں اپنا اثر و رسوخ برقرار رکھنے کی کوشش کرے گی۔

ایسے حالات میں اس اسلام کی ضرورت بڑھ گئی ہے جسے تمام انسانیت کے لیے ہدایت اور نور بنا کر نازل کیا گیا، اور اس ریاستِ خلافت کی ضرورت بھی جو اسے عملی زندگی میں نافذ کرے۔ یہ (خلافت) اس بندگلی سے نکلنے کے لیے موثر حل فراہم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے جہاں آج دنیا پہنچ چکی ہے، اور روئے زمین کے تمام انسانوں کے لیے ایک قابلِ قبول تہذیبی اور قانونی مرجع بن سکتی ہے۔ ﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ * بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ "اور اس دن اہلِ ایمان اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے؛ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے، اور وہی زبردست (اور) نہایت رحم والا ہے" (سورۃ الروم: آیات 4-5)

مضیقِ ہرمز کی بندش اور اس کے عالمی اثرات

تحریر: پروفیسر حسن حمدان

(ترجمہ)

اوّل: محلِ وقوع اور جغرافیائی اہمیت

مضیقِ ہرمز وہ واحد بحری راستہ ہے جو خلیجی عرب ممالک کو سمندر اور پھر وہاں سے پوری دنیا سے جوڑتا ہے کیونکہ عراق میں بصرہ، کویت میں برآمدی مراکز، سعودی عرب میں راس تنورہ اور جبیل کی بندرگاہوں، اور متحدہ عرب امارات، قطر اور ایران کی برآمدی تنصیبات جیسی اہم جگہوں سے نکلنے والے جہازوں کو عمان کی خلیج اور پھر بحرِ ہند پہنچنے سے پہلے لازمی طور پر اسی راہداری سے گزرنا پڑتا ہے۔

عالمی جہاز رانی کے معیار کے مطابق یہ مضیق زیادہ چوڑا نہیں ہے، کیونکہ ایرانی ساحل اور عمان کے جزیرہ نما مسندم کے درمیان اپنے تنگ ترین مقام پر اس کی چوڑائی تقریباً 21 بحری میل (تقریباً 33 کلومیٹر) ہے۔ البتہ، تجارتی جہازوں کے استعمال میں آنے والی اصل بحری گزرگاہ اس سے کہیں زیادہ تنگ ہے، اور یہ وہ بنیادی نکتہ ہے جو اسے خطرے میں ڈالنے یا بند کرنے کی صلاحیت پر بحث کرتے وقت اہمیت رکھتا ہے۔

اس راستے پر چلنے والے دیوہیکل جہازوں کے درمیان تصادم سے بچنے کے لیے، بحری حکام نے جہاز رانی کی نقل و حرکت کو منظم کرنے کا ایک نظام قائم کیا ہے۔ جس کے تحت خلیج کی طرف جانے والے جہاز داخلے کے لیے مخصوص دو بحری میل چوڑی گزرگاہ سے گزرتے ہیں، جبکہ واپس آنے والے جہاز اسی چوڑائی کی ایک متوازی راہداری استعمال کرتے ہیں، اور دونوں طرف کی آمد و رفت کے درمیان دو بحری میل کا ایک بفر زون (خالی علاقہ) حائل ہوتا ہے۔

اس بنا پر، دنیا کے عظیم الشان جہاز ایران اور عمان کے علاقائی پانیوں میں گھرے ہوئے محدود رقبے کے اندر آہستہ رفتار سے حرکت کرتے ہیں۔ لاکھوں بیرل تیل لے جانے والے یہ بڑے بحری ٹینکر اپنا راستہ بدلنے کے لیے کئی کلومیٹر کا فاصلہ لے سکتے ہیں، اور ان کی تیزی سے مڑنے یا چال بدلنے کی صلاحیت انتہائی محدود ہوتی ہے۔

دوم: توانائی کی عالمی شہ رگ (اعداد و شمار کی زبان میں)

بین الاقوامی توانائی ایجنسیوں کے تخمینے بتاتے ہیں کہ "سال 2024 میں اس مضیق سے روزانہ تقریباً 20 ملین بیرل خام تیل، کنڈنسیٹ اور پیٹرولیم مصنوعات گزریں، جو دنیا بھر میں تیل کی مجموعی کھپت کے تقریباً پانچویں حصے اور سمندر کے ذریعے ہونے والی تیل کی تجارت کے ایک چوتھائی سے زیادہ کے برابر ہے"۔

خام تیل کے علاوہ، یہاں سے ڈیزل، پیٹرول اور ہیوی فیول جیسی صاف شدہ پیٹرولیم مصنوعات کی بھی بھاری مقدار گزرتی ہے، کیونکہ خلیجی ممالک کی ریفائنریاں ایشیا، افریقہ اور یورپ کی منڈیوں کو ایندھن برآمد کرتی ہیں، جس سے عالمی سطح پر توانائی کی تقسیم کے لیے اس مضیق کی اہمیت ایک کلیدی شہ رگ کے طور پر مزید مستحکم ہو جاتی ہے۔

جہاں تک مائع قدرتی گیس (LNG) کا تعلق ہے، قطر دنیا کے سب سے بڑے گیس فیلڈ کا مالک ہونے کی وجہ سے ایک مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔ سال 2025 میں، مضیقِ ہرمز سے تقریباً 110 ارب کیوبک میٹر مائع گیس گزری، جو عالمی مائع گیس کی تجارت کا تقریباً 20 فیصد بنتی ہے۔ چونکہ گیس کی ترسیل خصوصی جہازوں کے ذریعے کی جاتی ہے، اس لیے کسی بھی قسم کی رکاوٹ سپلائی چین (رسد کے نظام) کو براہ راست متاثر کرے گی، جو مضیقِ ہرمز کو عصرِ حاضر میں توانائی کے لیے دنیا کا سب سے اہم بحری دروازہ بناتی ہے۔

سوم: کیا مضیقِ ہرمز کو بند کرنا ممکن ہے؟

جون 2025 میں، ایران نے مضیق کو بند کرنے کی دھمکیاں دیں، لیکن یہ معاملہ محض ایک سیاسی فیصلے تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس پر پیچیدہ عوامل اثر انداز ہوتے ہیں:

ایران کا معاشی انحصار: ایران کی معیشت کا بنیادی انحصار توانائی کے شعبے پر ہے، جہاں تیل کی آمدنی اس کی کل آمدنی کا تقریباً 85 فیصد ہے، اور اس کے برآمدی مراکز کی اکثریت خلیج میں واقع ہے۔ لہٰذا، یہ مضیق ایران کے لیے بھی زندگی کی لکیر ہے، جو اسے بند کرنے کے فیصلے کو ایک معاشی خودکشی بناتا ہے، تاہم ایران اسے مالی حسابات سے ہٹ کر ایک وجودی مسئلہ کے طور پر دیکھ سکتا ہے۔

عملی پیچیدگی: مضیق کو بند کرنا نظریاتی طور پر آسان لیکن عملی لحاظ سے انتہائی پیچیدہ ہے۔ یہ خلل عالمی منڈیوں میں ایک زبردست جھٹکا پیدا کرے گا اور جہاز رانی کے اخراجات اور زندگی کی لاگت میں شدید اضافے کا باعث بنے گا۔

مالیاتی معمہ (زری بحران): دنیا بھر کے مرکزی بینکوں کو 'اسٹیگ فلیشن' (افراطِ زر کے ساتھ جمود) کے خطرے کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جہاں مہنگائی میں تیزی سے اضافہ ہو گا جس کی وجہ سے وہ شرح سود (ربا) بڑھانے پر مجبور ہوں گے، اور یہ عمل معاشی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنے گا اور گہرے عالمی معاشی بحران کا باعث بنے گا۔

چوتھا: لاجسٹک اثرات اور عالمی نتائج

ایران کی دھمکی کا مقصد اپنے ذاتی بحران کو ایک عالمی بحران میں تبدیل کرنا ہے تاکہ امریکہ پر دباؤ ڈالا جا سکے، اور یہ اثرات مندرجہ ذیل صورتوں میں سامنے آئیں گے:

راستوں کی تبدیلی: بحری جہاز پورے جزیرہ نما عرب کے گرد چکر لگانے پر مجبور ہو جائیں گے، جس سے ایندھن کا استعمال بڑھے گا، ہزاروں بحری میل کا فاصلہ زیادہ طے کرنا پڑے گا اور سامان کی ترسیل میں ہفتوں کی تاخیر ہو گی۔

صنعتوں کا مفلوج ہونا: خام مال کی آمد میں تاخیر عالمی سطح پر مینوفیکچرنگ کی رفتار کو سست کر دے گی اور اشیاء کی قلت پیدا ہو جائے گی۔

بندرگاہوں کی تنہائی: خلیج عرب کی بندرگاہیں بحری تجارت سے مکمل طور پر کٹ جائیں گی، انشورنس کمپنیاں وہاں سے کنارہ کشی اختیار کر لیں گی اور اخراجات میں اضافے کے ساتھ ساتھ لاکھوں مزدوروں کی برطرفی تک نوبت پہنچ جائے گی۔

پانچواں: متاثر ہونے والے فریق

بعض حلقوں کے پروپیگنڈے کے برعکس، بشمول ٹرمپ کے اس بیان کے کہ امریکہ کو اب خلیج کے تیل کی ضرورت نہیں رہی، امریکہ ان اثرات سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے ممالک میں شامل ہو گا:

- بین الاقوامی ساکھ کا خاتمہ۔
- اندرونی انتشار اور مغربی بلاک کی تقسیم میں اضافہ۔
- عالمی قیمتوں سے جڑے ہونے کی وجہ سے مقامی طور پر توانائی کی قیمتوں میں اضافہ، جو امریکی مینوفیکچرنگ کے اخراجات کو بڑھا دے گا۔

جہاں تک ایشیائی ممالک (چین، بھارت، جاپان، جنوبی کوریا) کا تعلق ہے، تو وہ سب سے زیادہ خطرے میں ہیں۔ کیونکہ اس مضیق سے گزرنے والے تیل کے 84 فیصد اور گیس کے 83 فیصد جہاز ایشیائی منڈیوں کی طرف جاتے ہیں۔

یورپ کے لیے صورتحال انتہائی تباہ کن ہے۔ کیونکہ وہ پہلے ہی یوکرین کی جنگ اور روسی گیس کی بندش کے اثرات جھیل رہا ہے۔ آسٹریا کے سپلائی چین انفارمیشن انسٹی ٹیوٹ کی جانب سے ویانا کے سائنسی اداروں اور ڈیلفٹ یونیورسٹی آف ٹیکنالوجی کے تعاون سے کی گئی ایک تحقیق کے مطابق، تحقیق کے مصنف اسٹیفن تھرنر کا کہنا ہے کہ: "معاشی نتائج کا انحصار زیادہ تر ایرانی بندش کی مدت پر ہے، اور اگر یہ بندش چار ہفتوں سے زیادہ طویل ہوئی تو عالمی سپلائی چین میں شدید خلل پیدا ہو سکتا ہے،" یہ رپورٹ جرمن خبر رساں ایجنسی "ڈی پی اے" نے نقل کی ہے۔ مضمون "یورپ کی سلامتی: مضیقِ ہرمز کی بندش کی صورت میں یورپ کو کن خطرات کا سامنا ہے؟" میں کہا گیا ہے: "اگر ایران مضیقِ ہرمز کو بند کرنے کا قدم اٹھاتا ہے، تو یورپ کو کئی دہائیوں کے سب سے پیچیدہ اور کثیر الجہتی بحران کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کا اثر صرف توانائی کے شعبے تک محدود نہیں رہے گا بلکہ یہ معیشت، سلامتی، خارجہ پالیسی اور یہاں تک کہ بعض یورپی ممالک کے اندرونی استحکام تک پھیل جائے گا"۔

اختتام:

موجودہ جنگ نے پوری دنیا پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ ایک نئے عالمی نظام کی شدید ضرورت ہے، کیونکہ موجودہ نظام کی کمزوریاں اور اس کے اداروں اور ریاستوں کی کرپشن بے نقاب ہو چکی ہے۔ اس تبدیلی کی قیادت کے لیے امتِ مسلمہ سے بڑھ کر کوئی اور حقدار نہیں ہے جو اسلام کے ربانی نظام کے ذریعے انسانوں کو مادی لالچ اور ہوس کی تنگی سے نکال کر اسلام کے عدل اور اس کی رحمت کی وسعتوں میں لے آئے۔

جب مصر کی دولت ہی اسے غریب بنانے کا آلہ بن جائے!

مصر نے حالیہ برسوں کے دوران ایندھن کی قیمتوں میں اضافے کی ایک مسلسل لہر دیکھی ہے، یہاں تک کہ تقریباً دس سالوں میں پیٹرول کی بعض اقسام کی قیمتوں میں کئی سو فیصد اضافہ ہو چکا ہے۔ چند سال پہلے تک پیٹرول کی فی لیٹر قیمت محض چند پاؤنڈ سے زیادہ نہیں تھی، جو آج بیس پاؤنڈ کے قریب پہنچ چکی ہے اور بعض اقسام میں اس سے بھی بڑھ گئی ہے۔ یہ اضافے اچانک نہیں ہوئے، بلکہ یہ اس واضح راستے کا حصہ ہیں جو حکومت کی جانب سے نام نہاد "اقتصادی اصلاحات" کے پروگراموں کو اپنانے سے شروع ہوا، جس کا سب سے نمایاں نکتہ توانائی پر دی جانے والی مبینہ سبسڈی کو ختم کرنا اور قیمتوں کو عالمی منڈی سے جوڑنا تھا۔

اے مصر (اہلِ کنانہ) کے لوگو! زندگی کی یہ تنگی اور قیمتوں میں یہ اضافہ وسائل کی کمی کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ یہ ان غلط معاشی پالیسیوں کا براہِ راست نتیجہ ہے جن کے تحت ملک چلایا جا رہا ہے۔ مصر کوئی غریب ملک نہیں ہے، بلکہ یہ اپنے وسائل، محلِ وقوع اور صلاحیتوں کے لحاظ سے ایک امیر ملک ہے، لیکن ان وسائل کا انتظام آج اس طرح نہیں کیا جا رہا جو آپ کے معاملات کی بہتر دیکھ بھال کی ضمانت دے سکے۔ اس حقیقت کا ادراک ہی تبدیلی کی راہ میں پہلا قدم ہے، تاکہ آپ کی دولت آپ کو واپس ملے اور اسے اس طرح چلایا جائے کہ آپ کے درمیان عدل اور رحمت قائم ہو۔

اے مصر کے جری سپاہیو! آپ بھی اسی عوام کا حصہ ہیں جو ان پالیسیوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ امتِ مسلمہ کی افواج ہمیشہ سے انصاف کی پشت پناہ اور لوگوں کے حقوق کی محافظ رہی ہیں، نہ کہ ان پالیسیوں کا آلہ کار جو امت کو تھکا دیں اور اس کی کمر توڑ دیں۔ ملک اور اس کے وسائل کی حفاظت میں آپ کی ذمہ داری بہت بڑی ہے، اور آپ کو ان تمام چیزوں کے سامنے ڈھال بننا چاہیے جو ملک کو نقصان پہنچاتی ہیں یا اس کے اثاثوں کو ضائع کرتی ہیں۔ لہٰذا اپنی امت کا ساتھ دیں، اس کا درد بانٹیں اور اس کا وہ اقتدار اسے واپس دلائیں جو خلافتِ راشدہ علیٰ منہاج النبوۃ کے سائے میں اسلام کے ذریعے اس کے معاملات کی نگہبانی کرے۔

پاکستان کے حکمران، مسلمانوں کو رسوا کرنے اور ان کے دشمنوں کی مدد کرنے کے عادی ہو چکے ہیں

پاکستان کے سیاسی اور فوجی قائدین نہ تو اللہ سے شرماتے ہیں اور نہ ہی اس کے بندوں سے۔ چنانچہ اپنے بھائیوں اور پڑوسیوں کی مدد کے لیے اٹھ کھڑے ہونے کے بجائے، انہوں نے انہیں ویسے ہی تنہا چھوڑ دیا جیسے غزہ کے بھائیوں کو تنہا چھوڑا تھا۔ اور امریکہ کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کے لیے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے بجائے، انہوں نے اس کی ایجنٹی میں مزید اضافہ کیا، یہ گمان کرتے ہوئے کہ اس طرح وہ اسے راضی کر لیں گے اور وہ انہیں ان کے ٹیڑھے تختوں پر برقرار رکھے گی۔ انہوں نے اس سے کوئی عبرت حاصل نہیں کی جو امریکہ نے ایران، شام، عراق اور دیگر ممالک میں اپنے حلیفوں اور وفاداروں کے ساتھ کیا۔ اور انہوں نے صرف ایک عاجز کی خاموشی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ وہ شیخی بگھارنے لگے کہ وہ امریکہ کی جنگ میں شامل ہوں گے، جیسے وہ پہلے اس کی "دہشت گردی کے خلاف جنگ" نامی صلیبی جنگ میں شامل ہوئے تھے۔ انہوں نے ابو جہل جیسی غیرت کا ذرہ برابر بھی پاس نہیں رکھا، اور نہ ہی اسپین جیسے صلیبی ملک جیسا موقف اپنایا! چنانچہ ان پر رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد صادق آتا ہے: **«إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى: إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ»** "پہلی نبوت کے کلام میں سے جو لوگوں نے پایا وہ یہ ہے: جب تم حیا نہ کرو تو جو چاہو کرو"

اے مسلمانوں اور پاکستان کے مخلص سپاہیو! ان 'رویبضات' (نااہل اور گھٹیا لوگوں) کی حکمرانی اور قیادت پر خاموش رہنے والے کے لیے اب کوئی عذر باقی نہیں رہا، کیونکہ اب ہر صاحبِ بصیرت پر یہ واضح ہو چکا ہے کہ وہی تمام مصائب کی جڑ اور بیماری کی اصل بنیاد ہیں، اور انہیں اقتدار سے بے دخل کرنا سب سے بڑا فریضہ ہے۔ اگر آپ یہ کام کر گزریں گے تو آپ کافر امریکہ کی زنجیروں سے آزاد ہو جائیں گے، اور اپنے معاملات کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لینے کے قابل ہو جائیں گے۔ پس اپنے ہاتھ حزب التحریر کے ہاتھوں میں دیں اور اس کی نصرت کریں تاکہ آپ خلافتِ راشدہ علیٰ منہاج النبوۃ قائم کر سکیں، کیونکہ صرف اسی کے ذریعے آپ اپنے رب کو راضی کریں گے اور اپنے آپ کو اور اپنی امت کو آزاد کرائیں گے، ورنہ آپ کے نقصانات، ناکامیاں اور ذلت اسی طرح بڑھتی رہے گی یہاں تک کہ آپ اسفل سافلین (پستی کی انتہا) کو پہنچ جائیں گے۔

اردنی فوج کی نئی ساخت: استعماری مفادات کے دفاع میں نظام کے کردار کا تسلسل

تحریر: ڈاکٹر خالد الحکیم

(ترجمہ)

شاہ عبداللہ دوم نے 24 جنوری 2026 کو چیف آف اسٹاف سے فوج کی نئی تشکیل کا مطالبہ کیا تاکہ اگلے تین سالوں کے دوران اردنی مسلح افواج میں ایک بنیادی ساختی تبدیلی لائی جا سکے، اس نئی ساخت کے اہم ترین نکات درج ذیل تھے:

جدید جنگی طریقوں اور عصری ہائبرڈ و غیر روایتی جنگوں کی نوعیت کے مطابق فوج کی از سر نو تشکیل۔

- اسٹریٹجک اور آپریشنل مراکز کے تحفظ کے لیے ایک چست، لچکدار اور معیاری مسلح افواج کی تعمیر۔

- دفاعی اور جارحانہ سائبر آپریشنز کے دائرہ کار میں وسعت اور بغیر پائلٹ کے نظام (ڈرونز) اور مصنوعی ذہانت(AI) کی ٹیکنالوجی کا استعمال۔
- مسلح افواج اور پبلک سیکیورٹی، خاص طور پر جینڈرمیری فورسز (درک)، اسپیشل پولیس یونٹس اور پبلک سیکیورٹی ڈائریکٹوریٹ کے ماتحت بارڈر گارڈز کے درمیان مکمل ہم آہنگی کی اہمیت پر زور۔
- اردن سینٹر فار ڈیزائن اینڈ ڈویلپمنٹ (JODDB) کی صلاحیتوں میں اضافہ تاکہ وہ جدید دفاعی ٹیکنالوجی کی تیاری کا مرکز بن سکے۔
- مسلح افواج کے ماتحت ٹرسٹ فنڈز، سرمایہ کاری کمپنیوں اور ان کے انتظامی ڈھانچے کی از سرِ نو ترتیب۔

اس نئی ساخت کی وضاحت میں سرکاری اور مقامی سطح پر یہ دلائل اور وجوہات پیش کی گئی ہیں:

- کہ یہ چھٹی نسل کے جنگی نظریے (6th Generation Doctrine) کو اپنانے کی جانب ایک اسٹریٹجک قدم ہے، جو کہ ایک جدید عسکری رجحان ہے جس کا مقصد فوج کو چھوٹا، تیز رفتار اور زیادہ موثر بنانا ہے، جو جدید ٹیکنالوجی، مصنوعی ذہانت اور ڈرون سسٹم پر منحصر ہو۔
- غیر روایتی جنگوں کی طرف منتقلی کے عمل میں شامل ہونا جو "چست اور موثر" کے اصول پر مبنی ہیں۔
- عالمی افواج، بشمول اردن، کے درمیان مشترکہ جنگی کارروائیوں کو فعال کرنا، جسے "مشترکہ آپریشنز" کہا جاتا ہے، جہاں گزشتہ سال عمان میں نیٹو (NATO) کا رابطہ دفتر کھلنے کے بعد اردن عسکری طور پر نیٹو کے مزید قریب ہو گیا ہے۔

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ اردنی فوج کی نئی ساخت کا یہ مطالبہ جنوری 2026 میں امریکی محکمہ جنگ کی جانب سے جاری کردہ "امریکی قومی دفاعی حکمت عملی" کی دستاویز کے محض چند دن بعد سامنے آیا ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ: "جبکہ امریکی افواج اپنی سرزمین اور ہند-بحر الکاہل (Indo-Pacific) کے دفاع پر توجہ مرکوز کریں گی، ہمارے اتحادی اور شراکت دار اپنی حفاظت کی ذمہ داری خود اٹھائیں گے، جس میں امریکی افواج کی جانب سے بنیادی لیکن محدود تعاون حاصل ہو گا"۔ اس طرح امریکی فوج کا جنگی نظریہ طویل المدتی تھکا دینے والی جنگوں سے بدل کر ایک ایسی لچکدار قوت میں تبدیل ہو رہا ہے جو براہِ راست اقتصادی اور سیکیورٹی اہداف کے لیے کام کرے، جبکہ میدانِ جنگ کا مالی اور عسکری

بوجھ اتحادیوں پر چھوڑ دیا جائے۔ واشنگٹن ٹائمز نے امریکی فوج کے چیف ٹیکنالوجی آفیسر ایلکس ملر کا قول نقل کیا ہے کہ: "ہم سپاہیوں کو پہلی لائن میں نہیں کھڑا کر رہے۔ ہم خون کے بدلے فولاد کا استعمال کر رہے ہیں، فولاد ہماری طرف ہو گا اور خون ان کی طرف سے"۔

اس بنا پر، اردن کی اس جدید سازی کے قدم کو خطے میں امریکی سیکیورٹی اور عسکری چالوں سے الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا، کیونکہ امریکہ اس وقت خطے میں اپنی نئی صف بندی کر رہا ہے اور ایران کے خلاف جنگ اور اپنے دیگر مفادات کے لیے خود کو فارغ کر رہا ہے۔ جیسا کہ اس نے شام میں اپنے اڈوں سے انخلاء کے ذریعے کیا، اور اب شام میں نئے نظام کو ایک پائیدار عسکری و سیکیورٹی تعاون کی ضرورت ہے، جس کے لیے اردن کا کردار امریکی نزدیک ناگزیر ہے تاکہ مقامی آلات کے ذریعے اپنی بالادستی کو برقرار رکھا جا سکے جیسا کہ نئی دفاعی حکمت عملی میں درج ہے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل اردنی وفد (وزیر خارجہ، چیف آف اسٹاف اور انٹیلی جنس ڈائریکٹر) کا 12 مارچ 2026 کو دورہ شام اور شامی صدر احمد الشرع سے ملاقات ہے، جہاں دونوں جانب سے دفاعی و سیکیورٹی تعاون اور "دہشت گردی" کے خاتمے یعنی اسلام کے خلاف جنگ پر توجہ مرکوز کی گئی۔

1957 میں امریکی امداد کے آغاز کے بعد سے، جس میں عسکری امداد بھی شامل ہے، اردنی فوج کی تشکیل اور اس کے سازوسامان امریکی سیکیورٹی، عسکری اور انٹیلی جنس مفادات کے تقاضوں کے مطابق ہوتے چلے گئے ہیں، اگر چہ یہ برطانوی سرپرستی اور کنٹرول میں تھا۔ اس کی سب سے بڑی دلیل برطانوی عسکری مشیر ایلکس میکنٹوش کی موجودگی ہے جو برطانوی فوج کے نمائندے کے طور پر اردنی فوج میں مشیر اور شاہ کے قابلِ اعتماد تھا۔ اسے حفتر کے لیبیا کے ساتھ ہتھیاروں کے سودے کے اسکینڈل کے بعد، 20 برطانوی فوجیوں کے گروہ کے ساتھ 5 سال کی خدمات کے بعد برطرف کر دیا گیا تھا۔

سنہ 2000 سے اب تک اردن کو ملنے والی امریکی عسکری امداد 9.8 بلین ڈالر سے تجاوز کر چکی ہے۔ "چست اور سبک رفتار" فوج کے دعووں کے باوجود، 2026 کا بجٹ اخراجات میں اضافے کی عکاسی کرتا ہے، کیونکہ اردنی حکومت نے 2026 کے بجٹ میں عسکری اور سیکیورٹی اداروں کے لیے تقریباً 3.295 بلین دینار مختص کیے ہیں۔ جہاں تک اخراجات اور سازوسامان کے درمیان فرق کا تعلق ہے، تو اس کی وضاحت "انسانی استحکام کی لاگت" اور تھکا دینے والے ماحول میں اعلیٰ درجے کی جنگی تیاری برقرار رکھنے سے کی جاتی ہے۔

فوج کو "چست اور سبک رفتار" بنانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی اصل قوت یعنی روایتی جنگوں کی پوشیدہ طاقت یعنی بکتر بند دستوں، ٹینکوں اور پیادہ فوج کو ختم کر دیا جائے۔ سیکیورٹی اداروں اور جینڈرمیری (درک) کو فوج کے ساتھ منسلک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بیرونی دشمن کے خلاف فوج کے جنگی نظریے کو ختم کر دیا جائے اور اسے ملک کے اندرونی معاملات میں الجھا دیا جائے تاکہ قرضوں کے بوجھ، مہنگائی اور بیرونی دباؤ کے نتیجے میں ہونے والے عوامی احتجاج کو نظر میں رکھا جائے اور انہیں دبایا جا سکے۔ خاص طور پر ریٹائرڈ فوجیوں کی صفوں میں اس کے سنگین معاشی اثرات مرتب ہوں گے، کیونکہ ہتھیار استعمال کرنے کا ہنر رکھنے والا یہ طبقہ غیر ملکی سیکیورٹی کمپنیوں اور کرائے کے جنگجوؤں کے گروہوں جیسے کہ امریکہ کی "بلیک واٹر"، روس کی "ویگنر" اور غزہ میں امداد کی تقسیم کی نگرانی کرنے والی امریکی کمپنیوں میں ملازمت کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔

فوج کی یہ نئی ساخت اسٹریٹجک دفاع، اردن کی فضائی حدود کے تحفظ، اہلِ وطن کی حفاظت یا جبری ہجرت کو روکنے کے لیے نہیں ہے جیسا کہ نظام اور چیف آف اسٹاف دعویٰ کر رہے ہیں، جبکہ غیر ملکی افواج ملک کے چپے چپے اور فضائی حدود میں موجود ہیں۔ اس کی سب سے بڑی دلیل ایران کے خلاف جنگ کے آغاز میں اردن کے "موفق السلطی" بیس پر موجود 300 ملین ڈالر مالیت کے جدید امریکی ریڈار کی تباہی ہے، جو دور مار میزائلوں کی نشاندہی اور انہیں روکنے کے لیے "تھاڈ" (THAAD) سسٹم کو فعال کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ چنانچہ یہ عسکری جدید کاری، اگر مکمل ہو جاتی ہے، تو یہ امریکہ اور صہیونی ریاست (کیانِ یہود) کے عسکری مفادات کی تکمیل کے لیے ہے، جیسا کہ آج ایران پر امریکہ اور صہیونی حملوں کے تناظر میں دیکھا جا رہا ہے؛ چاہے وہ صہیونی ریاست یا اردن میں موجود امریکی افواج کی طرف آنے والے میزائلوں کو روکنا ہو، یا ان اڈوں کو حملوں کے لیے استعمال کرنا ہو یا ایک مسلمان ملک کی تباہی کے لیے ان کا راستہ دینا ہو۔

اسلامی ممالک کی موجودہ روایتی افواج کی حقیقت یہ ہے کہ وہ قومی سرحدوں اور غیر ملکی سیاسی غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہیں، جس کی بنیاد علاقائی خودمختاری کے منطق، فرضی آزادی اور دوسرے ممالک کے معاملات میں عدم مداخلت پر ہے۔ اسی طرح یہ افواج ایسے وضعی دساتیر کے تحت کام کرتی ہیں جو دین کو جنگی امور سے الگ کرتے ہیں، اور یہ الگ تھلگ حکمرانوں کے تابع ہیں جن کے عسکری اتحاد حکمران نظام کی سیاسی وابستگی کے مطابق علاقائی یا بین الاقوامی ہوتے ہیں۔ یہ افواج باہر سے ہتھیاروں اور ٹیکنالوجی کی درآمد پر انحصار کرتی ہیں، جس کی وجہ سے ان کا عسکری فیصلہ برآمد کنندہ ممالک کی منظوری کا مرہونِ منت ہوتا ہے۔

اس کے بر عکس، فوج کی تعمیر کے حوالے سے حزب التحریر کا نظریہ خالصتاً اسلامی عقیدے پر مبنی ہے، جو کہ اسلامی ریاست کا سیاسی عقیدہ ہے اور یہی وہ بنیاد ہے جو عسکری نظریہ تشکیل دیتی ہے اور اسلامی ریاست کی عسکری پالیسی کا بنیادی ستون ہے۔ اس میں فوج کا مقصد جہاد کے فرض کو پورا کرنا اور دعوت کی اشاعت ہے، اور اس کا مقصد مصنوعی سرحدوں کی حفاظت نہیں بلکہ اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کے علاقوں کو متحد کرنے کی راہ میں حائل مادی رکاوٹوں کو دور کرنا ہے۔ فوج براہِ راست خلیفہ کی قیادت میں ہوتی ہے جو کہ سپہ سالارِ اعلیٰ ہوتا ہے، وہی جہاد کے معاملات کا ذمہ دار ہوتا ہے اور فوج، پولیس، جنگی مہمات اور خود کفیل عسکری صنعت کی نگرانی کرتا ہے تاکہ فیصلے کی آزادی کو یقینی بنایا جا سکے اور کفار کو مسلمانوں کے ہتھیاروں پر قابض ہونے سے روکا جا سکے۔

یہاں عسکری ادارے، جو کہ اپنے مفادات اور نظاموں کے تحفظ کے لیے استعمار کی پیداوار ہے، اور سپاہیوں کے درمیان فرق کرنا ضروری ہے، کیونکہ سپاہی امتِ مسلمہ کا حصہ ہیں، وہ امت کے عقیدے اور دین کی غیرت میں برابر کے شریک ہیں اور کفار کی جارحیت اور شر سے متاثر ہوتے ہیں۔ وہ حکمرانوں کی فوج نہیں بلکہ امت کی فوج ہیں، لہٰذا ان سے دوسرے مسلمانوں کی طرح خطاب کرنا ضروری ہے کیونکہ وہ بھی عقیدے اور شرعی احکامات کے پابند ہیں اور ان پر اپنی وفاداری (ولاوبراء) کو تبدیل کرنا فرض ہے۔

جمہوری نظام سے نہیں بلکہ نظامِ خلافت سے ہی امت اپنے دشمنوں پر فتح پائے گی

ایران، امریکہ اور یہودی وجود کے درمیان جاری جنگ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ امریکہ اور یہودیوں کا محاذ اس سے کہیں زیادہ کمزور ہے جتنا کہ بہت سے لوگ سمجھتے تھے۔ وہ جنگ جس کے بارے میں امریکہ کا خیال تھا کہ یہ ایک فوجی کارروائی سے زیادہ کچھ نہیں ہو گی جس میں وہ نظام کے سربراہ کو گرا کر اس کا متبادل مقرر کر دے گا، جیسا کہ اس نے وینزویلا میں کیا تھا، تو یہ واضح ہو گیا کہ یہ ایسی جنگ ہے جو جلد ختم ہوتی نظر نہیں آتی، اور نہ ہی ویسے ہو رہی ہے جیسا امریکہ نے منصوبہ بنایا تھا یا چاہا تھا۔ لیکن اس کے برعکس، ایرانی جمہوری نظام کی توقعات کی حد جنگ کو روکنے اور دوبارہ نقطہ آغاز پر واپس جانے سے زیادہ نہیں ہے، یعنی نئے مذاکرات اور ملک کو اس کی قوت کے عناصر؛ ایٹمی پروگرام اور اسٹریٹجک ہتھیاروں سے محروم کرنے تک محدود ہے۔ اور امریکہ اس کی تاک میں رہے گا اور اسے کمزور کرنے کے لیے کام کرتا رہے گا یہاں تک کہ وہ اس کی مکمل تابعداری کے جال میں پھنس جائے، اور اس طرح وہ مذاکرات کی میز پر وہ حاصل کر لے جو وہ میدانِ جنگ میں حاصل کرنے سے ہمیشہ عاجز رہا ہے۔

ایران میں جمہوری نظام کو نظامِ خلافت میں بدل دینا ہی امریکہ کے خلاف امت اور خود ایران کی فتح کا واحد راستہ ہے، کیونکہ خلافت اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق حکمرانی کرے گی، دیگر تمام اسلامی ممالک کے ساتھ سرحدوں کو ختم کر کے انہیں متحد کرے گی، اور امریکہ اور یہودی وجود کے خلاف اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے عام پکار (نفیرِ عام) بلند کرے گی۔ اور اس طرح امت اپنی خلافت کے ذریعے ایک ایسی ہیبت ناک قوت بن جائے گی جو آسانی سے امریکہ کے بحری بیڑوں کو سمندر میں غرق کرنے اور اسے سمندروں کے پار تنہائی اختیار کرنے پر مجبور کرنے کی صلاحیت رکھے گی، خاص طور پر جب مغربی صلیبی اتحاد میں اس کے یورپی اتحادی بھی اسے چھوڑ چکے ہوں۔ اور اس وقت بین الاقوامی سطح پر خلافت کی ریاست کا موقف منفرد ہو گا اور وہ حق کے ساتھ پوری دنیا پر غالب آ جائے گی۔

یہود اور ہندوؤں کا شر انگیز اتحاد، تو پھر اس کے خلاف کون کھڑا ہو گا؟

اے مسلمانو! تمہارے حکمران یہود اور ہندوؤں کے اس شر انگیز اتحاد کا ہر گز مقابلہ نہیں کریں گے۔ فکری طور پر یہ حکمران قوم پرست (نیشنلسٹ) ہیں، اور جب وہ "وطن کی تعمیر" کی بات کرتے ہیں تو ان کی نظر قوم پرستی کی ان سرحدوں سے آگے نہیں جاتی جنھوں نے تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور تمہیں کمزور کر دیا۔ وہ امت کی تعمیر کے بارے میں کبھی نہیں سوچیں گے، جس کے لیے ضروری ہے کہ قومی سرحدوں کو ختم کیا جائے اور اسلامی ممالک کو متحد کر کے دنیا کی عظیم ترین ریاست بنائی جائے۔ اور سیاسی طور پر وہ امریکہ کے وفادار ہیں، جو یہودی وجود اور ہندو ریاست کا حلیف ہے، اور ان حکمرانوں کا کردار تمہاری افواج کو لگام ڈالنا ہے، جبکہ تمہارے بھائی یہود اور ہندوؤں کے ہاتھوں ذبح ہو رہے ہیں۔ تو کیا اس کے بعد اس ضرورت میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے کہ ہم ان کی جگہ ایسی اسلامی قیادت لائیں جو اسلام کے مطابق حکمرانی کرے، تمہیں متحد کرے اور تمہارے دشمنوں سے لڑے؟

اے امتِ مسلمہ کی افواج! عقلِ سلیم تمہاری امت کی وحدت کو واجب قرار دیتی ہے اور یہ وقت کا تقاضا ہے، اور اس سے پہلے یہ تم پر ایک شرعی واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿**وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعاً وَلَا تَفَرَّقُوا**﴾ "اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو"(سورۃ آل عمران: آیت 103)، حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں کہا ہے:"**أمرهم بالجماعة ونهاهم عن التفرقة**"(اللہ نے انہیں جماعت (اکٹھے رہنے) کا حکم دیا اور تفرقہ سے منع فرمایا)۔ چنانچہ یہ آیتِ کریمہ مسلمانوں کا ایک متحد وجود (یعنی ایک ریاست) میں جمع ہونے کے وجوب پر شرعی دلیل ہے۔ یہ مدینہ کے انصار ہی تھے جنھوں نے اسلام کی حکمرانی قائم کرنے اور مسلمانوں کو ایک وجود میں متحد کرنے کے لیے اپنی نصرۃ (عسکری مدد) پیش کی تھی، تو اللہ نے انہیں ان کے زمانے کے یہود اور مشرکین پر غلبہ عطا فرمایا۔ اور ہمارے زمانے میں، آپ میں سے جو مخلص اور سچے لوگ ہیں وہی یہود اور ہندوؤں کے ہاتھوں ذلت اور خیانت کے باب کو ہمیشہ کے لیے لپیٹ دیں گے۔ اور یہ حزب التحریر ہے جو آپ کے درمیان اور آپ کے ساتھ مل کر کام کر رہی ہے، وہ آپ کی خیر و بھلائی کو قریب سے جانتی ہے، اور آپ کو یقین دلاتی ہے کہ اب وقت آگیا ہے کہ آپ اسے خلافتِ راشدہ علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کے لیے اپنی نصرۃ (عسکری مدد) فراہم کریں۔

مشترکہ عرب فورس: امت کی ڈھال یا امریکہ کی خدمت؟

تحریر: استاد سعد سمیر

(ترجمہ)

خطے میں بڑھتی ہوئی فوجی کشیدگی اور صورتحال کو از سرنو ترتیب دینے کے لیے بین الاقوامی سرگرمیوں میں تیزی کے ساتھ ہی، مصری حکومت نے عرب مشترکہ دفاعی معاہدے کو فعال کرنے اور نام نہاد "خطرات" کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک مشترکہ عرب فورس کی تشکیل کی کوششوں پر زور دیا ہے۔

ایک ایسے وقت میں جب اسلامی ممالک استعمار کی بھڑکائی ہوئی جنگوں کی آگ میں جل رہے ہیں اور یہودی وجود فلسطین میں ہمارے لوگوں پر مظالم کے پہاڑ توڑ رہا ہے، مصر کے وزیر خارجہ بدر عبد العاطی وہی گمراہی کا پرانا راگ الاپنے کے لیے سامنے آئے ہیں، اور مشترکہ عرب دفاعی معاہدے کو فعال کرنے اور مشترکہ عرب فورس بنانے کی دہائی دے رہے ہیں۔ یہ پکار، اپنی حقیقت اور وقت کے لحاظ سے، ایک نئے سیاسی جال کے سوا کچھ نہیں جس کا مقصد امت پر سیکیورٹی کی گرفت مضبوط کرنا اور مشترکہ عرب اتحاد کی آڑ میں ان بوسیدہ حکومتوں کی بنیادوں کو سہارا دینا ہے۔

مشترکہ عرب دفاع کا یہ معاہدہ اپنی منظوری کے وقت سے ہی جان بوجھ کر معطل رکھا گیا ہے، کیونکہ اسے امت کے ہاتھ میں ایک ہتھیار بنانے کے لیے تیار ہی نہیں کیا گیا تھا، بلکہ اسے ایک ایسے سیاسی ماحول میں وضع کیا گیا تھا جہاں عرب ممالک کو بین الاقوامی نظام کے تحت محض ایک فعال پرزے کے طور پر چلایا جاتا ہے۔ اسی لیے یہ معاہدہ کبھی فلسطین کی آزادی یا مسلم ممالک پر جاری جارحیت کو روکنے کے لیے حرکت میں نہیں آیا، بلکہ یہ سرد خانے کی نذر رہا اور اسے صرف اس وقت نکالا جاتا ہے جب امریکہ کے وژن کے مطابق خطے کو کنٹرول کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

آج اس معاہدے کو ایک واضح بین الاقوامی تناظر میں دوبارہ پیش کیا جا رہا ہے جہاں امریکہ تنازعات میں اپنی براہ راست مداخلت کو کم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس لیے مشترکہ عرب فورس کی بات کو اس رجحان سے الگ نہیں کیا جا سکتا، بلکہ یہ سیکیورٹی کے حوالے سے خطے کی نئی انجینئرنگ کا حصہ ہے، تاکہ عرب افواج کو ایک ایسی عالمی حکمت عملی کے آلے کے طور پر استعمال کیا جا سکے جو نہ تو امت کی مرضی کی عکاس ہو اور نہ ہی اس کے مفادات کی تکمیل کر سکے۔

اس پکار کا جواز پیش کرنے والا سرکاری بیانیہ علاقائی خطرات کی بات کرتا ہے اور ایران کے ساتھ کشیدگی یا افراتفری اور عدم استحکام کے خطرات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ تاہم، یہ بیانیہ جان بوجھ کر اس حقیقی اور براہ راست خطرے کو نظر انداز کرتا ہے جس کا سامنا امت گزشتہ سات دہائیوں سے کر رہی ہے، یعنی وہ یہودی وجود جس نے فلسطین پر قبضہ کر رکھا ہے اور امریکہ و مغرب کی مکمل حمایت سے جارحیت کی بدترین شکلیں اپنائے ہوئے ہے۔

تو پھر اس فورس سے کن خطرات کا مقابلہ کرنے کی توقع ہے، اگر اس کا نشانہ یہ غاصب وجود نہیں ہے؟! اور اس کی موجودگی، بلکہ اس کے تحفظ اور سرحدوں کی حفاظت کی موجودگی میں کون سا امن حاصل کرنا مقصود ہے؟! سیکیورٹی اور دفاع کی گفتگو سے مسئلہ فلسطین کو مکمل طور پر نکال دینا کوئی بھول چوک نہیں ہے، بلکہ یہ ان حکومتوں کی فطرت کا اظہار ہے جو اب اس وجود کو دشمن نہیں بلکہ براہ راست امریکی نگرانی میں چلنے والے علاقائی انتظامات میں ایک شراکت دار کے طور پر دیکھتی ہیں۔

وہ خطرات جن کا عبد العاطی ذکر کر رہے ہیں اور جن کے مقابلے کے لیے وہ متحرک ہیں، دراصل سائیکس پیکو (معاہدے) کا تحفظ ہے تاکہ کسی بھی ایسی مخلص عوامی تحریک کو روکا جا سکے جو ان مصنوعی سرحدوں کو توڑنے اور امت کو خلافت کے جھنڈے تلے متحد کرنے کی کوشش کرے۔ اس کا مقصد ایک ایسی سرحد پار فوجی جابرانہ قوت تشکیل دے

کرامت کی آزادی کی امنگوں کا گلا گھونٹتا ہے، جو استعمار کے اثر و رسوخ کو اکھاڑ پھینکنے والی کسی بھی تحریک کو دبانے کے لیے مداخلت کر سکے۔

مصری حکومت ایک حقیقی خود مختار ریاست کے طور پر نہیں بلکہ امریکہ کی قیادت میں چلنے والے ایک علاقائی نظام کے اندر اپنا (مخصوص) کردار ادا کرنے والے فریق کے طور پر کام کر رہی ہے۔ اس کی خارجہ پالیسی، سفارتی سرگرمیاں اور یہاں تک کہ اس کی سیکیورٹی ترجیحات بھی اسی نظام کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہیں، نہ کہ اسلامی عقیدے کے تقاضوں یا امت کے مفادات کے مطابق۔

یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ یہ وہی نظام ہے جس کے یہودی وجود کے ساتھ سیکیورٹی معاہدات اور مفاہمتیں ہیں، جو سرحدوں کی نگرانی میں حصہ لیتا ہے، اور اہل غزہ کے محاصرے میں اپنا کردار ادا کرتا ہے، جس کی وجہ سے ایک ایسی "دفاعی قوت" کی بات کرنا جو اس وجود کو نشانہ نہ بنائے بلکہ اسے تحفظ فراہم کرنے والے ماحول میں کام کرے، انتہائی خطرناک معاملہ ہے۔

مصری حکومت امریکہ کی ایک فرمانبردار خادم اور اس کے منصوبوں کی وفادار عملدار رہی ہے۔ مشترکہ فورس کی تشکیل کی یہ پکار اس کی اپنی ایجاد نہیں بلکہ امریکہ کے ایما پر ہے تاکہ وہ اپنی افواج کے کندھوں سے بوجھ کم کر سکے اور ان کٹھ پتلی حکومتوں کو فوجی وکالت کی ذمہ داری سونپ سکے۔

"عرب قومی سلامتی" اور "مشترکہ فورس" پر مبنی یہ سوچ ان قوم پرست اور وطنی نظریات سے جنم لیتی ہے جو مسلمانوں کو ایک دوسرے سے جدا کرتے ہیں اور ہر ریاست کو اپنے الگ مفادات اور حساب کتاب تک محدود کر دیتے ہیں، جبکہ اسلام امت کو ایک ایسی وحدت کے طور پر دیکھتا ہے جسے تقسیم نہیں کیا جا سکتا، اور مسلم علاقوں کے تحفظ اور مظلوموں کی مدد کو ایک ایسا شرعی فریضہ قرار دیتا ہے جو تنگ نظر سیاسی مفادات کا پابند نہیں ہے۔ پس اسلام میں طاقت محض ایک فوجی آلہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک عقیدے سے پھوٹنے والے سیاسی ارادے کا اظہار ہے جو دوست اور دشمن کا تعین کرتا ہے، اور اسلحے کا رخ اس طرف موڑتا ہے جو مقابلے کا مستحق ہے، نہ کہ اس کی طرف جسے خوش کرنا یا راضی رکھنا مقصود ہو۔ اسی بنا پر، جو قوت اس عقیدے سے نہیں نکلتی اور اس بنیاد پر کھڑی نہیں ہوتی، وہ ہمیشہ ایک مفلوج قوت رہے گی، جسے وہیں استعمال کیا جائے گا جہاں امریکہ چاہے گا اور وہاں معطل کر دیا جائے گا جہاں اسے حرکت کرنی چاہیے۔

اس راستے پر چلنے سے امن قائم نہیں ہو گا بلکہ غلامی میں مزید اضافہ ہو گا، اور امت کی افواج ایسے تنازعات کا ایندھن بن جائیں گی جو امت کے مفاد میں نہیں ہیں، بلکہ ہو سکتا ہے کہ انہیں خود امت کو دبانے، اس کی تحریکوں کو روکنے، یا ان حکومتوں کے تحفظ کے لیے استعمال کیا جائے جو اپنی ساکھ کھو چکی ہیں۔ مزید یہ کہ یہ راستہ انتشار کی کیفیت کو بر قرار رکھتا ہے اور ایک ایسی جامع سیاسی ریاست کے قیام کی راہ روکتا ہے جو امت کو متحد کرے، اس کا مقام اسے واپس دلائے، اس کے فیصلے آزاد کرے اور اس کی طاقت کو محض دکھاوے کی نہیں بلکہ ایک حقیقی قوت بنا دے۔

اے اہل مصر (کنانہ): آپ ایک ایسی عظیم امت کے قلب میں بستے ہیں جو ایک دائمی پیغام کی حامل ہے، اور یہ آپ کو زیب نہیں دیتا کہ آپ ان منصوبوں کا حصہ بنیں جو آپ کی مرضی کے بغیر باہر سے چلائے جا رہے ہوں، یا یہ کہ آپ کے بیٹوں کو ان پالیسیوں کی تکمیل کے لیے استعمال کیا جائے جو آپ کے عقیدے کی ترجمان نہیں ہیں۔ آپ پر واجب ہے کہ اس حقیقت کو سمجھیں کہ آپ کے ملک کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے، اور اسے دوسروں کے ہاتھ کا کھلونا بننے کے بجائے امت کے دل کے طور پر اس کا فطری کردار واپس دلانے کے لیے کام کریں۔

اے مصر کے سپاہیو: جس قوت کا وزیر اور اس کا نظام مطالبہ کر رہے ہیں وہ ایسی قوت ہے جس کا مقصد علاقائی سلامتی کے نام پر آپ کو امریکی مفادات کے تحفظ کے لیے کرائے کے سپاہیوں میں تبدیل کرنا ہے۔ آپ کے فوجی رینک آپ کے لیے باعث فخر نہیں اگر وہ کیمپ ڈیوڈ کی خدمت میں وقف ہوں، اور آپ کا اسلحہ تبھی معتبر ہو سکتا ہے جب اس کا رخ ان اللہ کے دشمنوں کے سینوں کی طرف ہو جنہوں نے آپ کے نبی ﷺ کی جائے معراج پر قبضہ کر رکھا ہے۔ آپ کا اصل کردار اپنی امت کا ساتھ دینا اور خلافت کے قیام کے لیے کام کرنے والوں کو نصرت فراہم کرنا ہے، تاکہ آپ صحیح معنوں میں بیت المقدس کو آزاد کروانے والے زمین کے بہترین سپاہی بن سکیں، نہ کہ غاصبوں کی سرحدوں کے چوکیدار۔

آج امتِ مسلمہ ایک تاریخی موڑ پر کھڑی ہے، اور یہ کٹھ پتلی حکومتیں اپنی زہریلی پیشکشوں سے اسے نجات نہیں دلا سکتیں۔ نجات صرف منہجِ نبوت پر قائم خلافتِ راشدہ میں ہے، جو افواج کو متحد کرتی ہے، سرحدوں کو پاش پاش کرتی ہے اور ملکوں کو استعمار کی گندگی اور اس کے اثرات سے پاک کر دیتی ہے۔

ولایہ مصر میں حزب التحریر کے میڈیا آفس کے رکن

کیاپاکستان اپنی باری کا انتظار کرتا رہے گا یہاں تک کہ امریکہ اس پر حملہ کر دے؟!

تحریر: استاد مصعب عمیر، ولایہ پاکستان

پاکستان اس وقت امریکی اسٹریٹجک اور عسکری قیادت کے نشانے پر ہے۔ 18 مارچ 2026 کو ڈائریکٹر آف نیشنل انٹیلی جنس کے دفتر نے اپنی رپورٹ "2026 اینول تھریٹ اسیسمنٹ آف دی یو ایس انٹیلی جنس کمیونٹی" جاری کی، جس میں صفحہ 25 پر یہ کہا گیا: "پاکستان مسلسل زیادہ جدید میزائل ٹیکنالوجی تیار کر رہا ہے، جو اس کی فوج کو ایسے میزائل نظام تیار کرنے کی صلاحیت فراہم کرتی ہے جو جنوبی ایشیا سے باہر اہداف کو نشانہ بنا سکیں، اور اگر یہ رجحانات جاری رہے تو ایسے بین البراعظمی بیلسٹک میزائل (ICBMs) بھی تیار ہو سکتے ہیں جو امریکہ کے لیے خطرہ ہوں گے۔"

پاکستان کے حکمران طبقے کا ردِعمل حسبِ توقع کمزور اور دفاعی نوعیت کا تھا۔ دفترِ خارجہ پاکستان کے ترجمان نے 19 مارچ 2026 کو ایک بیان میں کہا: "پاکستان ایک امریکی اہلکار کے حالیہ دعوے کو قطعی طور پر مسترد کرتا ہے، جس میں پاکستان کی میزائل صلاحیتوں کو ممکنہ خطرہ قرار دیا گیا ہے۔" پاکستان کا حکمران طبقہ ایک دفاعی طرزِ عمل اختیار کیے ہوئے ہے، جو کہ امریکہ، یہود اور ہندو مشرکین جیسے مخالفین کے مقابلے میں ایک مہلک غلطی ہے۔ وہ محض انتظار کی پالیسی پر قائم ہے، جبکہ امت کے دشمن بیانیے تشکیل دے رہے ہیں، تیاری کر رہے ہیں، پیش قدمی کر رہے ہیں اور اپنی قوت مجتمع کر رہے ہیں۔ یہ انتظار 31 اکتوبر 2025 سے جاری ہے، جب ٹرمپ نے کہا: "پاکستان ٹیسٹنگ کر رہا ہے۔" انٹرویو لینے والے نے اس رائے کو چیلنج کرتے ہوئے کہا: "میری معلومات کے مطابق یہ جوہری ہتھیار نہیں ہیں۔" اس پر ٹرمپ نے جواب دیا: "یقیناً انہوں نے کیے ہیں۔" یہ انتظار 2 مارچ 2026 سے بھی جاری ہے، جب امریکی وزیرِ دفاع نے کہا: "ایران جیسے غیر ذمہ دارانہ نظام، جو مذہبی شدت پسندانہ تصورات پر مصر ہیں، کو جوہری ہتھیار رکھنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔"

آخر کیوں پاکستان کو اس کمزور اور دفاعی حکمتِ عملی پر قائم رہنا چاہیے، جبکہ اس کے مقابلے میں شر کی قوتیں، امریکہ، یہودی وجود اور ہندو ریاست، صف آرا ہیں؟! امریکہ کے الزامات کو مسترد کرنا، امریکہ کی نظر میں اتنی ہی وقعت رکھتا

ہے جتنی وقعت اس کے اپنے بے بنیاد الزامات کی ہے۔ امریکہ کو مسلم ممالک پر حملہ کرنے کے لیے کسی مضبوط جواز کی ضرورت نہیں ہوتی، جیسا کہ 2001 کے بعد اس کی صلیبی مہمات سے واضح ہے۔ اپنے دعوؤں کی شدید تردید کے باوجود، امریکہ نے 2001 میں افغانستان پر حملہ کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے ایجنٹ مشرف کو متحرک کیا کہ وہ 2002 میں کشمیر میں مجاہدین کے خلاف کارروائی کرے۔ پھر اس نے اپنی عسکری چوکی، یعنی یہودی وجود، کو فلسطین پر حملوں کے لیے استعمال کیا۔ اس کے بعد 2003 میں عراق پر حملہ کیا گیا۔ حالیہ برسوں میں بھی، شدید عالمی مخالفت اور تردید کے باوجود، امریکہ نے یہودی وجود کو غزہ، لبنان، یمن، شام اور اب ایران پر حملوں کے لیے مالی اور عسکری معاونت فراہم کی۔ امریکہ جرات مندانہ اقدامات کرتا ہے، مسلسل پیش قدمی کرتا ہے اور اپنی قوت میں اضافہ کرتا ہے، جبکہ مسلمانوں کے حکمران ابتدا میں مذمت اور تردید سے آغاز کرتے ہیں اور انجام کار پسپائی، ہتھیار ڈالنے، سہولت کاری اور تعاون پر منتج ہوتے ہیں۔

اے پاکستان کے مسلمانوں، ان کے اسٹریٹجک ماہرین اور ان کی مسلح افواج!

آیئے ایران میں اپنے مسلمان بھائیوں اور بہنوں پر آنے والی آزمائش سے سبق حاصل کریں اور دفاعی طرزِ عمل کے خطرات کو سمجھیں۔ ایران کا حکمران طبقہ اس وقت بھی انتظار کرتا رہا جب امریکہ اور یہودی وجود نے غزہ کے لوگوں کو ان کے گھروں، اسکولوں، ہسپتالوں اور مساجد سمیت ملبے تلے دبا دیا۔ وہ اس وقت بھی خاموش رہا جب ٹرمپ نے ایک نئے مشرقِ وسطیٰ کی تشکیل کا اعلان کیا، جبکہ یہ بات معروف ہے کہ امریکہ کا "گریٹر مڈل ایسٹ" کا تصور پاکستان اور افغانستان تک پھیلا ہوا ہے۔ وہ اس وقت بھی منتظر رہا جب ٹرمپ نے یہودی وجود کو رقبے اور اثر و رسوخ کے اعتبار سے مزید وسعت دینے کی بات کی۔ وہ اس وقت بھی خاموش رہا جب امریکہ اور یہودی وجود نے لبنان میں ایران کے مزاحمتی محور کو کمزور کر دیا۔ وہ اس وقت بھی انتظار کرتا رہا جب جنگ کا دائرہ فلسطین سے باہر وسیع کیا گیا۔ جون 2025 میں ایران پر حملے کے بعد بھی اس نے کوئی پیش قدمی نہ کی۔ وہ اس وقت بھی خاموش رہا جب ہندو ریاست نے امریکہ اور یہودی وجود کے ساتھ اپنے تعلقات اور ہم آہنگی کو مزید مضبوط کیا۔ حتیٰ کہ جب امریکہ نے ایران کے گرد اپنی فوجی موجودگی میں اضافہ کیا، طیارہ بردار بحری بیڑے تعینات کیے اور اپنی نگرانی کے مراکز، جن میں پاکستان میں موجود سفارت خانے اور قونصل خانے بھی شامل ہیں، کو فعال بنایا، تب بھی ایران کا حکمران طبقہ محض مذمت اور تردید تک محدود رہا۔ اور پھر ایران پر تباہ کن حملہ کیا گیا، جبکہ وہ مکمل طور پر دفاعی پوزیشن میں تھا اور اس نے کبھی پہل نہ کی۔ حتیٰ

کہ آج بھی ایران دفاعی اور جوابی حکمتِ عملی پر عمل پیرا ہے، جبکہ اسے پیش قدمی کرنی چاہیے، بشمول ان امریکی طیارہ بردار بحری جہازوں کو نشانہ بنانے کے جو مسلسل جنگی دباؤ برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

آیئے اپنے دین سے رہنمائی حاصل کریں کہ ان جارح دشمنوں کا مقابلہ کیسے کیا جائے، جو ہر حد پار کر جاتے ہیں اور ایسے سفاکانہ اعمال سے بھی دریغ نہیں کرتے جن سے جنگل کے درندے بھی گریز کرتے ہیں۔ ہندو مشرکین کے خلاف اسی طرح پیش قدمی کریں جیسے رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر میں مکہ کے مشرکین کے خلاف کی۔ یہودی وجود کے خلاف اسی طرح اقدام کریں جیسے رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کے خلاف کیا، جب آپ ﷺ کو ان کی سازشوں کی خبر ملی کہ وہ مشرکین کے ساتھ مل کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ صلیبی قوتوں کے خلاف اسی طرح اقدام کریں جیسے رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک میں کیا، جب آپ ﷺ کو رومیوں کی تیاری کی اطلاع ملی۔ پس پیش قدمی کرو، اپنی قوت مجتمع کرو اور دشمنوں کا مقابلہ کرو، اے امتِ اسلام! اور اس سمت میں پہلا اور بنیادی قدم خلافتِ راشدہ کا فوری قیام ہے، جو تمام مسلمانوں کی مشترکہ قیادت ہو گی، خواہ وہ عرب ہوں یا عجم، حنفی ہوں یا جعفری۔ یہ خلافت امریکہ کے ساتھ تمام تعلقات منقطع کر دے گی۔ وہ مسلم دنیا میں موجود سفارت خانوں اور قونصل خانوں کو بند کر دے گی، جو امریکی فوجی کارروائیوں کی رہنمائی کے لیے اہم نگرانی مراکز کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ وہ پوری مسلم دنیا کو ایک امام کے تحت متحد کرے گی، جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکمرانی کرے گا۔ وہ امتِ مسلمہ کی تمام عسکری قوت کو ایک فیصلہ کن معرکے کے لیے مجتمع کرے گی تاکہ امریکہ کو مسلمانوں کی سرزمین سے انخلا پر مجبور کیا جا سکے۔ وہ افواج کو متحرک کرے گی تاکہ مسلمانوں کی مقبوضہ سرزمینوں، چاہے وہ کشمیر ہو یا سرزمینِ فلسطین، کو دریا سے سمندر تک آزاد کرایا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَقُل لِّلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنَّا عَامِلُونَ﴾ "اور ان لوگوں سے کہہ دیجیے جو ایمان نہیں لاتے: تم اپنے طریقے پر عمل کرتے رہو، ہم بھی اپنے طریقے پر عمل پیرا ہیں۔" (سورۃ ہود: آیت 121)

جس صبر کی اسلام دعوت دیتا ہے وہ ظلم پر صبر (خاموشی) نہیں ہے

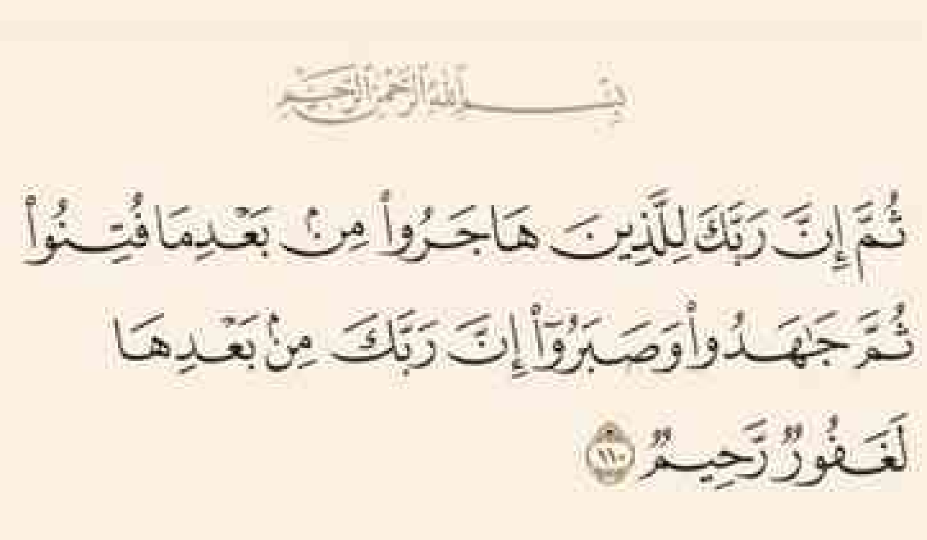

اسلام جس صبر کی دعوت دیتا ہے وہ ظلم پر صبر کرنا یا فاسد حقیقت کو تسلیم کر لینا نہیں ہے، بلکہ یہ اسلامی زندگی کے از سرِ نو آغاز کے لیے کام کرنے پر صبر (ثابت قدمی) ہے۔ یہ حق بات کہنے کی راہ میں پہنچنے والی تکلیف پر صبر ہے، راستے کی طوالت پر صبر ہے، اور کفر کے ساتھ حکمرانی کرنے والے نظاموں میں جذب ہوئے بغیر یا ان کے ساتھ سمجھوتہ کیے بغیر اپنے منصوبے (مقصد) پر ثابت قدم رہنا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا نصرت کا وعدہ سچا ہے جس میں کوئی شک نہیں، لیکن یہ اس شرط سے وابستہ ہے کہ مقصد دین کا قیام ہو، اور زمین پر اسلام کے غلبے (سلطان) کے لیے کام شعوری اور منظم ہو۔ اور تبھی خلافت حاصل ہو گی، ظلم کا خاتمہ ہو گا، اور امت کی وحدت اور قوت اسے دوبارہ مل جائے گی۔

چنانچہ اسلامی فکر محض ایک روحانی دعوت یا فاسد نظاموں کے اندر جزوی اصلاح کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ خلافتِ راشدہ علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کا ایک جامع منصوبہ ہے، جس میں حاکمیت شریعت کی ہو، اقتدار امت کا ہو، اور جو دنیا تک اسلام کا پیغام پہنچائے۔ اور یہی نصرت کا حقیقی راستہ ہے، اور امت پر یہ واجب ہے کہ وہ اس کے لیے کوشش کرے، یہاں تک کہ وہ اللہ سے اس حال میں ملے کہ اس نے وہ کام پورا کر دیا جو اس پر فرض کیا گیا تھا۔

ٹرمپ اور اس کے پادری صلیبی جنگوں کو جاری رکھے ہوئے ہیں

بہت سی ویب سائٹس نے ایک ویڈیو شائع کی ہے جس میں پادریوں کو اوول آفس (White House) میں امریکی صدر ٹرمپ کے اوپر دعا کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے، جبکہ ایران پر امریکہ اور یہودی وجود کی جارحیت جاری ہے۔

الرایہ: یہ وہ کفار ہیں، جو باطل کی تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں، وہ اپنے باطل سے شرمندہ نہیں ہوتے بلکہ میڈیا پر اپنی صلیبیت کا اعلان کر کے اس پر فخر کرتے ہیں اور اسے اپنی سیاست کا نشان بناتے ہیں۔ ٹرمپ اور اس کے پادریوں نے جو کچھ کیا وہ محض ایک ذاتی رسم نہیں تھی، بلکہ یہ ایک سیاسی و مذہبی نمائش ہے جسے جارحیت کا جواز فراہم کرنے اور صلیب کے جھنڈے تلے مسلمانوں کے خلاف مغربی رائے عامہ کو منظم کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

رہی بات ہماری، یعنی سچے دین والے مسلمانوں کی، تو ہمارے ساتھ مجرموں جیسا سلوک کیا جاتا ہے اگر ہم اپنے دین کے شعائر کو ظاہر کریں۔ چنانچہ بہت سے ممالک میں ہم پر اذان دینے کی پابندی ہے، ہماری خواتین کو اسکولوں، یونیورسٹیوں اور کام کی جگہوں پر حجاب پہننے سے روکا جاتا ہے، اور جو جہاد کی دعوت دے یا کفار کے ساتھ اتحاد کو مسترد کرے اسے قید کر دیا جاتا ہے اور اس پر 'دہشت گرد اور انتہا پسند' کا لیبل لگا دیا جاتا ہے۔ اور یہ اصطلاحات اتفاقیہ نہیں ہیں، بلکہ انہیں امریکہ اور اس کے میڈیا و انٹیلی جنس اداروں نے اسلام کی تصویر کو مسخ کرنے، مسلمانوں کے اپنے دین سے وابستگی کو کمزور کرنے اور انہیں مغلوب اور شکستہ حال رکھنے کے لیے گھڑا ہے۔

جبکہ صلیبی پادری اعلیٰ ترین دفاتر میں بیٹھ کر اپنی جنگ کو بابرکت بنا رہے ہیں، ہم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ خلافتِ راشدہ علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کے بغیر ہمارے لیے کوئی نجات، عزت یا وقار نہیں ہے۔ ایسی خلافت جو ہماری زندگی کے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کو نافذ کرے، ہماری ہیبت کو بحال کرے، ہمارے خون، عزت اور مال کی حفاظت کرے، اور کفار سے امن کی بھیک مانگنے کے بجائے حق کے ساتھ کفر کا مقابلہ کرے۔

مسجدِ اقصیٰ، حکمرانوں کی خیانت اور مسلمانوں کی بے حسی کے سائے میں

59 برسوں میں پہلی بار مسجدِ اقصیٰ سے تکبیرات کی آوازیں غائب ہیں، اور اس کے صحنوں میں نمازیوں کو عید الفطر کی نماز ادا کرنے سے روک دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے اس کے میدان خالی پڑے ہیں اور اس کے ان بر آمدوں میں ایک بوجھل خاموشی چھائی ہوئی ہے جو ہمیشہ نمازیوں اور محافظوں کی وجہ سے ایک دھڑکتے ہوئے دل کی مانند رہے ہیں، اور جو ان کی نمازوں، آنسوؤں اور صبر کی لازوال داستانوں کے گواہ رہے ہیں۔

اس سال مسجدِ اقصیٰ میں عید الفطر کی نماز ادا کرنے کی اجازت نہیں دی گئی، جبکہ اس سے قبل ایک طویل بندش رہی جس میں آخری جمعہ، لیلۃ القدر اور آخری عشرہ بھی شامل تھا (الجزیرہ نیٹ)۔

الرایہ: یہ مسجدِ اقصیٰ کی حالت ہے اور یہی ہماری حالت ہے، اور اس کی وجہ ہمارے ان حکمرانوں کی خیانت ہے جو اپنی افواج کو یہودی وجود سے لڑنے اور اسے اس مبارک سرزمین سے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے سے روک کر اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔ کمزوری کی یہ حالت جس میں ہم جی رہے ہیں، اس کی وجہ ہمارے اس خلیفہ کا نہ ہونا ہے جس کے پیچھے رہ کر ہم جنگ لڑتے ہیں اور جس کے ذریعے خود کو (دشمن سے) بچاتے ہیں۔

اسی لیے اب ہم پر یہ عظیم فریضہ عائد ہوتا ہے کہ ہم پوری تگ و دو کریں اور اپنی افواج کو یہود سے قتال کرنے اور مسجدِ اقصیٰ کو ان سے پاک کرنے کے لیے حرکت میں آنے پر ابھاریں۔ اور اگر خائن حکمران انہیں ایسا کرنے سے روکیں، تو انہیں چاہیے کہ وہ ان حکمرانوں کو ان کے تختوں سے اتار پھینکیں، ان کے اقتدار کے ایوانوں کو مسمار کر دیں اور خلافتِ راشدہ علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کے لیے حزب التحریر کو نصرت فراہم کر کے اللہ کے دین کی مدد کریں، تاکہ ان کے ذریعے اقصیٰ اور پورا فلسطین آزاد ہو سکے، ﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ * بِنَصْرِ اللَّهِ يَنصُرُ مَن يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ "اور اس دن اہلِ ایمان اللہ کی نصرت پر خوش ہوں گے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے اور وہی نہایت زبردست اور رحم کرنے والا ہے" (سورۃ الروم: آیت 4،5)